OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

Al-Qamar, Volume 5, Issue 1 (January-March 2022)

رویتِ ہلال: اسلامی تعلیمات اور سائنسی معلومات کی روشنی میں ایک مطالعہ

"Royat-e-Hilal": A Study in the Light of Islamic Teachings and Scientific Information

Hafeez Arshad Hashmi
Doctoral Candidate Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, D I Khan
Qammar Aziz
Doctoral Candidate Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, D I Khan
Prof. Dr. Fazal Ilahi Khan
Department of Islamic Studies, Qurtuba University of Science and Information Technology, D I Khan

Abstract

The problem of "*Royat-e-Hilal*" of Ramadan and Shawwal is not of recent years rather this problem has been keep arising on these sacred occasions since last sixty years. According to geographical point of view, Pakistan is situated on such a part of Earth where seeing of moon on two different dates can absolutely be refused. Bhutto Govt in 1974 ,after the decline of Ayub Khan,passed a law from National Assembly to solve this issue for ever. Bhutto's Govt has declared to set up a "*Royat-e-Hilal*" Committee on govt level which will comprise of one central and four zonal committees which exists till today. These committees too could not eliminate the difference on the issue of "*Royat-e-Hilal*" and didn't pay any effective role. Now the issue along with the Govt has become more a religious and regional. So there is a need of presenting this issue before public on scientific and Islamic basis. I would try to research on this topic on scientific and religious basis in my article.

Keywords: *"Royat-e-Hilal"*, Islamic Teachings, Scientific Information

CC BY

تمہید

مذہب اور سائنس کا دائرہ عمل الگ الگ ہے لیکن باہم متصادم نہیں۔ مذہب کے تمام سوتے یقین کے بیج سے پھوٹتے ہیں جب کہ سائنس کی عمارت تشکیک (شک اور شک پیدا کرنے) کی بنیادوں پر کھڑی ہے۔ یقین کا تعلق قلب اور وجدان کے ساتھ ہے جب کہ سائنس کا تعلق حواس اور قوت عقلیہ کے ساتھ ہے۔ جیسے وجدانی قوتوں کا انکار نہیں کیا جاسکتا ویسے ہی عقلی اور حواس کی قوتوں کا انکار ممکن نہیں۔ انہی تمام قوتوں پر انسانی بقاء کا دارومدار ہے۔ انسان میں یہ قوتیں ایک دوسرے کا متضاد نہیں بلکہ ایک دوسرے کیلیے لازم وملزوم ہیں، اسی لازم وملزوم ہونے کا ایک مظہر معاملہ رویت ہلال ہے جس میں سائنس کے تعاون سے مذہبی احکامات پر عمل کو یقینی بنایا جاتا ہے۔ اس سے پہلے بھی اس موضوع پر کام ہوا ہے لیکن ان میں کچھ تشنگی باقی تھی، اکثر مقامات پر توغیر جانبداری کو ملحوظ نہیں تھا گیا اور فریق مخالف کے موقف کی یکسر نفی کر دی گئی، کچھ مضامین میں پیچیدہ سائنسی اصطلاحات اور مغلق مذہبی عبارات نے مضمون کو مشکل تر بنادیا جبکہ بعض مقامات پر عام فہم عملی اور حقیقی مثالوں کی کمی محسوس ہوئی لہذا میں نے غیر جانبداری کو یقینی بناتے ہوئے یہ خیال رکھا ہے کہ مسئلہ کی حقیقی نوعیت کو عام فہم انداز میں بیان کیا جائے اور ایسی سہل مثالوں سے توضیح کی جائے جو ہر خاص وعام کیلئے سمجھنا ممکن ہو سکے مزید بر آں ممکنہ حد تک سائنسی قوانین اور مذہبی اصولوں کی تطبیق اور وضاحت پیش کر دی ہے تاکہ زرخیز اذہان کو کسی قسم کا خلجان وابہام باقی نہ رہے۔

اللہ کا نظام تکوین

کائنات اللہ تعالیٰ کے تکوینی نظام کے تحت چل رہی ہے، نظام شمس وقمر بھی اسی کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "سورج اور چاند (قادر مطلق کے طے کردہ) ایک حساب کے مطابق چل رہے ہیں "[1]؛ "اور سورج اپنی قرار گاہ پر رواں دواں ہے، یہ ایک غالب علیم ہستی کا طے کردہ نظام ہے اور چاند کیلیے ہم نے منزلیں مقرر کر رکھی ہیں، یہاں تک کہ لوٹ پھر کر وہ کھجور کی پرانی شاخ کی مانند ہو جاتا ہے، نہ سورج کی مجال کہ وہ (چلتے چلتے) چاند کو جا پکڑے اور نہ ہی رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے، اور ہر ایک اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔ "[2] نظام شمس و قمر کی من جملہ حکمتوں میں سے کچھ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے؛لوگ آپ سے ہلال (چاند کی پہلی تاریخ) کے بارے میں دریافت کرتے ہیں آپ کہیے کہ یہ لوگوں کے کاموں اور حج کے دنوں کے اوقات کی نشانیاں ہیں۔ "[3] اسلام کی عبادت میں سے نماز کے اوقات اور روزے کے سحر وافطار کا تعلق نظام شمسی سے ہے اور ماہ رمضان کے آغاز واختتام اور حج کا تعلق نظام قمری سے ہے۔ رمضان المبارک کے آغاز کا مدار 'رویت ہلال' پر ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: "نئے چاند کو دیکھے بغیر رمضان کا آغاز نہ کرو اور نیا چاند دیکھے بغیر عید نہ مناؤ، اگر مطلع ابر آلود ہونے کی بنیاد پر چاند نظر نہ آئے تو 30 کا مہینہ پورا کرلو۔ "[4] اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ (اللہ تعالیٰ) ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کیلیے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم لوگ برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو، اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں اور یہ دلائل ان کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں[5] یہ آیت کریمہ اوقات کی معرفت، تاریخ وعلم اور ماہ وسال کی تعیین کے بارے میں بنیادی اصول اور قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

حکمت نظام شمس وقمر

اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشنی سے نوازا اور اس کیلیے منزلیں متعین فرمائیں تاکہ دنوں اور ہفتوں کا حساب لگایا جاسکے اور چاند کو نور سے نوازا اور اس کیلیے بھی منزلیں متعین فرمائیں تاکہ مہینوں اور سالوں کا حساب آسانی سے لگایا جاسکے اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہفتوں اور دنوں کا حساب اس قدر آسان رکھا کہ شہری و دیہاتی، عالم وجاہل، ہر شخص آسانی سے معلوم کر سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے؛ ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ تعالی کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے جب سے آسمان اور زمین کو اس نے پیدا کیا، ان میں سے چار مہینے حرمت وادب کے ہیں، یہی درست دین ہے۔[6] اللہ رب العالمین کی مقرر کردہ یہی وہ تقویم وجنتری

ہے جسے تمام اقوام کیلیے مقرر کیا گیا ہے جس کے ذریعے سے لوگ اپنے دینی و دنیوی معاملات کا حساب کرتے چلے آئے تھے لیکن شیطان کی پیروی اور آسان ترین طریق پر عدم قناعت کی وجہ سے اس فطری اور شرعی تقویم کو چھوڑ کر لوگوں نے نسیء کی بدعت ایجاد کر لی تھی، اہل عرب اور خصوصاً حرم کے پاسبان حضرات بھی اس بدعت سے محفوظ نہ رہ سکے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے جب اس دین حنیف کو مکمل کیا تو مہینوں کی ترتیب کو بھی ان کی اصلی حالت پر لوٹا دیا اور اسی کو درست دین قرار دیا تاکہ واضح ہو جائے کہ مہینوں کی یہی ترتیب اور دنوں اور سالوں کا یہی حساب بر حق ہے، اسی کو اپنانا چاہیے اور اپنے دینی و دنیوی معاملات کو انہی مہینوں اور سالوں کی نیاد پر چلانا چاہیے۔حاصل کلام یہ کہ اسلام میں قمری مہینے ہی اصل بنیاد ہیں، انہی کے اعتبار سے مسلمانوں کی عبادات اور معاملات کے ماہ وسال کا تعین کیا جائے گا اور چاند کو بنیاد بنا کر شرعی مہینے اور شرعی سال طے کیے جائیں گے چونکہ مسلمانوں کے تمام دینی و دنیوی معاملات قمری مہینوں سے منسلک ہیں اس لیے ان کی پہچان اور ان کی ابتدا وانتہا سے متعلق معلومات حاصل کرنا ایک ضروری امر ہے جس کیلیے شریعت نے بہت ہی آسان طریقہ رکھا ہے لہٰذا ہر جگہ، ہر زمانے اور ہر قسم کے لوگ آسانی سے مہینہ کی ابتدا وانتہا کو معلوم کر سکتے ہیں بعینہ اسی طرح جس طرح کہ رات ودن کی آمدورفت کو ہر شخص آسانی سے معلوم کر لیتا ہے۔یہ ایک فطری چیز بھی ہے،

تاریخ ضرورت انسانی ہے

چونکہ تاریخ ہر شخص کی ضرورت ہے۔ہر زمانے اور معاشرے کی ضرورت ہے اور جو چیز تمام لوگوں کی ضرورت ہو ضروری ہے کہ اس کا حصول اور اس کی معرفت بھی آسان ہو۔بنا بریں مہینے کی ابتدا و انتہا کا معاملہ بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ہی آسان رکھا ہے۔یعنی 29 دن گزرنے کے بعد رویت ہلال یا تیس کی گنتی کا پورا کر لینا۔چنانچہ رمضان سے متعلق ارشاد نبوی ہے: جب اسے (یعنی چاند) دیکھو تو روزہ رکھنا شروع کرو اور جب 29 کی گنتی پوری کرنے کے بعد اسے دیکھو تو افطار کر دو۔پھر اگر 29 کی شام یعنی تیسویں شب کو تمہارے اوپر بدلی چھا جائے تو اس کا اندازہ کرو یعنی تیس کی گنتی پوری کرو۔[7] اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے رمضان المبارک کے روزہ (جو اسلام کا ایک رکن ہے) کی ابتدا کیلیے چاند دیکھنے کی شرط لگائی ہے کہ اگر شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند نظر آ جائے تو اگلے دن جو رمضان المبارک کا پہلا دن ہوگا، روزہ واجب ہوگا۔اسی طرح رمضان المبارک کی انتیس تاریخ کو شام کو سورج ڈوبنے کے وقت چاند نظر آ جائے تو اگلے دن، جو شوال کی پہلی تاریخ ہوگی اس دن روزہ افطار کرنا واجب ہوگا۔لیکن اگر کسی وجہ سے انتیس کا چاند نظر نہیں آیا تو اس مہینے کے تیس دن پورے کرنے ہونگے۔مہینوں کی ابتدا و انتہا کے بارے میں یہ شرعی حکم ہے اور اسی پر عمل کرنا واجب ہوگا

افق پر وجود قمر سے قمری ماہ کا ثبوت

تابعین میں سے مطرف بن عبد اللہ شخیر، قاضی ابو طیب، ابن سریج، ابن قتیبہ، ابن دقیق العید اور تقی الدین سب کی رائے یہ ہے کہ اسلامی ماہ کی 29 تاریخ کو ابر یا کسی بھی خارجی عارض کی وجہ سے چاند کی رویت نہ ہو سکے، اور حساب فلکی قطعی طور پر یہ بتایا جائے کہ خارجی عارض نہ ہوتا تو یقیناً چاند کی رویت ہوتی، اس لئے ماہ کی ابتدا کر دی جائے گویا یہ ابتدا بھی حکماً رویت ہی پر ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اسلامی ماہ کے ثبوت کے بارے میں جمہور اسلاف میں سے کوئی بھی رویت بصری کی بجائے حساب فلکی کا قائل نہیں اور جو قائل ہیں ان کی مراد بھی قران شمس وقمر کے بعد ہلال کا افق پر موجود ہونا نہیں بلکہ قران شمس وقمر کے بعد ہلال کا آفتاب کی شعاعوں سے اتنا دور ہونا کہ اگر بادل وغیرہ نہ ہو تا تو اس کی رویت ممکن، بلکہ یقینی ہوتی، گویا وہ حساب فلکی کے امکان رویت کے قائل ہیں۔افق پر وجود قمر کے نظریہ کی تردید کرتے ہوئے علامہ تقی الدین سبکی تحریر فرماتے ہیں: میرے خیال میں مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ چاند کا آفتاب سے اس طور پر جدا ہونا کہ آفتاب سے قرب کی وجہ سے اسکی رویت غیر ممکن ہو چاہے یہ حالت غروب آفتاب کے وقت یا اس سے پہلے یا بعد ہو اس پر شریعت کے کسی حکم کا مدار نہیں[8] ڈاکٹر یوسف

قرضاوی لکھتے ہیں: راجح یہ ہے کہ ہلال غروب آفتاب کے بعد افق پر اتنی دیر باقی رہے کہ ماہرین کی رائے کے مطابق اس کی رؤیت ممکن ہو سکے[9]

علم ہئیت کی رو سے نا قابل انکار حقیقتیں

علم ہئیت کے ذریعے سورج کے طلوع و غروب کے جو اوقات معلوم کیے جاتے ہیں وہ ایسے قطعی ہوتے ہیں کہ چند سیکنڈ کا بھی فرق واقع نہیں ہوتا، اسی لیے نماز اور روزہ کے اوقات کا تعین جنتری کے ذریعے کیا جاتا ہے، چاند کے معاملہ میں جہاں تک اس کی گردش، اس کی گھٹتی بڑھتی شکلوں اور اس کے طلوع و غروب کے اوقات کا تعلق ہے علم ہئیت کے ذریعے حاصل ہونے والی معلومات بالکل صحیح ہوتی ہیں، اس لیے اگر یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں دن چاند قران میں ہے، یعنی چاند اور سورج جمع ہو گئے ہیں، یا قران کے بعد چاند سورج سے اتنے کم فاصلہ پر ہے کہ اس کا دکھائی دینا محال ہے، ایسی صورت میں اگر کوئی شخص یہ شہادت دیتا ہے کہ اس نے چاند دیکھا ہے تو اس یقینی علم کے پیش نظر اس کی شہادت قبول کرنے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا، ایسی شہادت کو اس بات پر محمول کرنا ہو گا کہ دیکھنے والے کو چاند کا وہم ہوا ہے، ورنہ یہ ماننا پڑے گا کہ علم ہئیت کا سارا حساب ہی غلط ہے، جبکہ تجربہ اس کی صحت پر دلیل ہے، مثال کے طور پر چاند کے گہن کا جو وقت جنتری بتاتی ہے ٹھیک اسی وقت گہن لگتا ہے اور اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ چاند اور سورج ایک جگہ ہوں اور رؤیت ہلال کی شہادت مل جائے۔ چاند اپنی گردش 29 دن 21 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ میں پوری کر کے سورج سے جا ملتا ہے، چاند اور سورج کا یہ اجتماع قران کہلاتا ہے۔ اس وقت چونکہ چاند کے اس رخ پر جس کو ہم دیکھتے ہیں سورج کی روشنی نہیں پڑتی اس لیے وہ بالکل تاریک ہوتا ہے اور اس قابل نہیں ہوتا کہ کوئی اسے دیکھ سکے، یہ اجتماع قران ایک لمحہ کیلیے ہوتا ہے اور پوری دنیا کیلیے اس کا وقت ایک ہی ہوتا ہے، البتہ ہر ملک کیلیے وہاں کے وقت کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، مثال کے طور پر اگر بمبئی میں شام کے سات بجے قران ہو رہا ہو تو اس وقت سعودی عرب میں شام کے ساڑھے چار بج رہے ہونگے، مصر میں دوپہر کے ساڑھے تین، لندن میں دوپہر کا ڈیڑھ، واشنگٹن میں صبح کے ساڑھے آٹھ، انڈونیشیا میں رات کے نو اور جاپان میں رات کے ساڑھے دس بج رہے ہونگے، قران کے بعد چاند سورج کے مغربی جانب سے مشرق جانب گردش کرے گا اور جیسے ہی اس کی نئی گردش کا آغاز ہوتا ہے سورج کی شعاعیں اس پر پڑنے لگ جاتی ہیں اسے فلکی اصطلاح میں نئے چاند سے تعبیر کیا جاتا ہے، نیو مون اس قابل نہیں ہوتا کہ اسے کوئی دیکھ سکے البتہ جب سورج سے اس کا فاصلہ بڑھ جاتا ہے، تو وہ دیکھنے کے قابل ہو جاتا ہے، بالعموم وہ ہلال کی صورت میں دوسرے دن ہی دکھائی دیتا ہے، لیکن اگر صبح میں نیو مون ہوا ہو تو کم از کم آٹھ گھنٹے گزر جانے پر شام کے وقت بعض ممالک میں اس کے دکھائی دینے کا کسی قدر امکان ہوتا ہے۔ چاند ایک دن میں سورج سے 12 ڈگری فاصلہ طے کرتا ہے یعنی ایک گھنٹہ میں نصف ڈگری۔ اگر چاند سورج سے ۴ ڈگری یعنی ۸ گھنٹے کے فاصلہ سے کم ہو تو اس کا دکھائی دینا نا ممکن ہے کیونکہ سورج سے قریب ہونے کی وجہ سے اس کی تیز شعاعیں نگاہوں کو متاثر کر دیتی ہیں اور جیسے جیسے یہ فاصلہ بڑھتا جاتا ہے رؤیت کا امکان بڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ جب فاصلہ 10 ڈگری سے زیادہ ہو جاتا ہے، یعنی 20 گھنٹے گزر چکے ہوتے ہیں تو اس کے دکھائی دینے کے امکانات روشن ہو جاتے ہیں، مگر تعجب ہے کہ بعض اسلامی ممالک میں رؤیت ہلال کا اعلان بعض اوقات ایسی صورت میں کر دیا جاتا ہے، جس میں علم ہئیت کی رو سے نیو مون کا سرے سے وجود ہی نہیں ہوتا یعنی ابھی چاند کا نیا چکر شروع بھی نہیں ہوا اور ہلال بن کر دکھائی دیا، یہ دو متضاد باتیں ہیں جن کا جمع ہونا کسی طرح ممکن نہیں، جب نیا چاند پیدا ہی نہیں ہوا تھا تو دکھائی کس طرح دیا؟ قدیم زمانہ میں، جبکہ چاند کے طلوع و غروب کے اوقات منضبط شکل میں لوگوں کے سامنے موجود نہیں تھے۔ گواہی کا کافی خیال رکھا جاتا تھا مگر موجودہ دور میں، جبکہ سورج اور چاند کے طلوع و غروب کے اوقات سیکنڈ کی حد تک منضبط شکل میں ہر خاص و عام کے سامنے موجود ہیں اس حد تک ان کی رعایت ضروری ہے کہ ایسی شہادت جو خلاف واقعہ ہو

تسلیم نہ کی جائے۔ العذب الزلال کے مؤلف لکھتے ہیں "یہ ایک معلوم و متعین بات ہے کہ شہادت جب کسی ایسی چیز کی دی گئی ہو جو عقلاً یا عادۃ محال ہو تو اسے قبول نہیں کیا جائے گا"[10]

اس کا مطلب یہ نہیں کہ قمری ماہ کے آغاز کے لئے رؤیت کو نہیں، بلکہ فلکی حساب کو بنیاد بنایا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فیصلہ تو رؤیت ہی کی بنیاد پر کیا جائے، لیکن جب رؤیت عام نہ ہو اور ایک یا چند شہادتوں کی بنیاد پر رؤیت کا فیصلہ کرنا پڑ رہا ہو تو ان شہادتوں کو قبول کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ قرائن اس کے خلاف تو نہیں ہیں یعنی ایسا تو نہیں ہے کہ ابھی نئے چاند کا چکر شروع ہی نہیں ہوا اور نیو مون نے جنم ہی نہیں لیا یا نیو مون کو جنم لیے ہوئے ابھی اتنے گھنٹے بھی نہیں گزرے ہیں جو رؤیت کیلئے کم از کم حد ہے اور یہ لوگ گواہی دے رہے ہیں کہ انہوں نے ہلال دیکھ لیا ہے، ایسی صورت میں چاند کی رؤیت کے محال ہونے کی بنا پر شہادتوں کو قبول نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان کو وہم پر محمول کرنا چاہیے۔ البتہ رؤیت عام ہونے کی صورت میں کسی تفصیل میں جانے کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا، کیونکہ عام مشاہدہ خلاف واقعہ بات کا ہو ہی نہیں سکتا۔

29 یا 30 دنوں کے کم از کم مسلسل مہینے

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ 30 دنوں کے مسلسل دو مہینوں کے بعد تیسرا مہینہ ضروری طور پر 29 دن کا ہوتا ہے۔ اسی طرح 29 دنوں کے مسلسل دو مہینوں کے بعد تیسرا لازمی طور پر 30 دن کا تصور کیا جاتا ہے۔ فلکیاتی توضیحات سے قطع نظر اگر ان کے اس خیال کو درست سمجھ لیا جائے تو بھی یہ صورت فقہی اصولوں کی روشنی میں ناقابل عمل ہوگی۔ مثال ملاحظہ ہو۔

محرم (29)　　صفر (30)　ربیع الاول (29)　　ربیع الثانی (29)

ہوا یوں کہ اس علاقے میں محرم کی 29 تاریخ کو مطلع ابر آلود ہونے کے باعث چاند دیکھے جانے کے کوئی شرعی شہادت موصول نہ ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اس طرح فقہی طور پر یہ مہینہ 30 دن کا قرار پایا۔ ایک دن کی اس تاریخ کے باعث صفر کی انتیس تاریخ کو چاند نظر آگیا، لہذا عملی طور پر ماہ صفر 29 دن کا ہو گیا۔ ربیع الاول کا مہینہ اپنے حساب سے 29 دن کا ہوا۔ اس طرح صفر اور ربیع الاول دو ماہ مسلسل 29 دن کے ہو گئے۔ اس سے اگلے مہینے ربیع الثانی کے ایام بھی فلکیاتی نظام کے تحت اسی قدر ہیں، لہذا تین مہینے مسلسل انتیس دن کے ہونگے۔ یہ درست نہیں کے تیسرے ماہ کو محض اس وجہ سے، کہ پچھلے دو ماہ انتیس کے ہو چکے پہلے ہی تیس کا قرار دے دیا جائے۔ خیال کیجئے کہ ایسی صورت میں جب ربیع الثانی کی انتیس تاریخ کو چاند نظر آجائے تو پھر کیا کیفیت برپا ہوگی۔

فلکیاتی توضیح

چاند کی بے قاعدہ گردش کے باعث قمری مہینوں کی مدت یکساں نہیں ہوتی۔ ایک نئے چاند کی پیدائش سے اگلے نئے چاند کی پیدائش کا عرصہ 29 دن 6 گھنٹے اور 29 دن 20 گھنٹے کے درمیان منٹوں تک کے فرق کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ کسی بھی دور کے متعدد مہینوں کی تعداد مدت کا کسی اور دور کے مہینوں کی مدت سے موازنہ کیا جائے تو ان میں قطعاً یکسانیت نہیں پائی جائے گی۔ یہ سلسلہ تیرہ چودہ گھنٹے کے پھیلاؤ میں کم سے زیادہ اور زیادہ سے کم مدت کی جانب سے ایک غیر یکساں تسلسل کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ کبھی یہ کم از کم یا زیادہ سے زیادہ مدت کے قریب تک پہنچ کر واپس ہوتا ہے اور کبھی ذرا دور ہی سے پلٹ جاتا ہے۔ اگر یہ سلسلہ مہینوں کی زیادہ سے زیادہ مدت کے قریب تر ہو تو 30 دن کے مسلسل تین مہینوں کا بھی امکان ہوتا ہے اور اگر ان کے فوراً بعد کے مہینے کی 29 تاریخ کو متعدد فلکیاتی کیفیات رویت ہلال میں مزاحم ہوں تو مسلسل چار مہینے تیس کے ہو جاتے ہیں۔ اب ہم متذکرہ بالا چار مہینوں کے قران شمس و قمر یعنی نئے چاند کی پیدائش کے اوقات کی بنیاد پر ایک نقشہ ترتیب دیتے ہیں جس سے علوم فلکیات کی رو سے ہر 29 تاریخ کو چاند نظر نہ آنے کی وجوہ معلوم ہونگی۔ اس کے علاوہ ان مہینوں کے نئے چاند کی پیدائش کے اوقات کے درمیانی عرصہ یعنی ہر مہینے کی مقدار مدت سے قمری مہینوں کی غیر یکسانیت بھی واضح ہوگی اور ساتھ

ہی مہینوں کے اس سلسلے کے زیادہ سے زیادہ ماہانہ مدت کے قریب تر ہونے کے باعث تیس کے مسلسل چار مہینے ہو جانے کی مذکورہ بالا وضاحت کی تصدیق ہو گی

ماہ ہائے 1420 ہجری مطابق 1999ء-2000ء رجب-------

شعبان-----------رمضان-----------شوال

یکم ماہ .------ 11اکتوبر 10نومبر 10دسمبر

9جنوری

29ماہ قمری .--- 8نومبر 8دسمبر 7جنوری 6فروری

تاریخ پیدائش نیا چاند 9اکتوبر 8نومبر 8دسمبر 6جنوری 5فروری

وقت پیدائش 34-16شام--35- 08 صبح-32-03رات-14-23رات-03-18شام

29 کے غروبِ آفتاب کے وقت چاند کی عمر-- 9گھنٹے 14گھنٹے 18/19 گھنٹے

24گھنٹے

کیفیت رویت ہلال .----- نظر نہیں آیا نظر نہیں آیا نظر نہیں آیا نظر نہیں آیا

مہینے کے ایام .------- 30دن 30دن 30دن 30دن

مقدار ماہ------- 16 گھنٹے 19 منٹ -18 گھنٹے 39 منٹ-19 گھنٹے 42

منٹ-18 گھنٹے 49منٹ

ماہرین فلکیات کے مشاہدوں کے مطابق 20 گھنٹے تک کی عمر کا چاند عموماً دکھائی نہیں دیتا 20 سے 30 گھنٹے کی درمیانی عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے جن میں چاند کا ارتفاع، اس کا افقی زاویہ، غروب شمس و قمر میں تفاوت کی مقدار وغیرہ شامل ہوتے ہیں۔ نقشے میں ملاحظہ کیجئے کہ پہلے تین مہینوں میں چاند کی عمر رویت ہلال کے معیار سے کم تھی اس لیے دکھائی نہ دیا، جبکہ چوتھے ماہ میں فلکیاتی کیفیات کے موزوں نہ ہونے کے سبب نظر نہ آیا۔ اس طرح چار مہینے مسلسل تیس کے ہو گئے۔ یہ کوئی استثنائی مثال نہیں، اس سے پہلے بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ وقفوں وقفوں میں ایسی مثالیں مشاہدے میں آتی رہتی ہیں۔ البتہ تیس کی نسبت انتیس کے مسلسل مہینے بہت کم واقع ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قمری مہینے کی اوسط مدت ساڑھے انتیس دن دے تقریباً پون گھنٹہ زائد ہوتی ہے۔ اس لیے قمری تقویم میں تیس کے مہینے زیادہ آتے ہیں۔ اس کے علاوہ چاند کی بے قاعدہ گردش کا رخ اوسط سے زائد مدت کی جانب ہوتا ہے لہٰذا تیس کے مسلسل مہینوں کے سلسلے زیادہ واقع ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تیس کے مسلسل تین ماہ تو گاہے بگاہے آتے رہتے ہیں بلکہ مسلسل چوتھے مہینے کے امکانات بھی موجود ہوتے ہیں۔ ہم نے شرعی اور سائنسی پہلوؤں کی وضاحت کر دی ہے۔ سائنسی اور فلکیاتی اعتبار سے قمری ماہ کی انتیس یا تیس تاریخ کو دن کے وقت بعض موسمی احوال کی وجہ سے چاند نظر آ سکتا ہے، لیکن اس سے چاند کی تاریخ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، وہ چاند گزشتہ شب ہی سے متعلق ہوتا ہے، شرعی اور سائنسی اعتبار سے نئے قمری ماہ کا آغاز اسی صورت میں ہو گا جب چاند اس دن غروب آفتاب کے بعد نظر آئے۔ یہ تفصیلی بحث ہم نے اس لئے کی کہ جب تک دنیا قائم ہے نظام شمس و قمر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری رہے گا۔ شمسی و قمری مہینوں کا آغاز و اختتام بھی ہوتا رہے گا اور اس کے ساتھ جو دینی امور متعلق ہیں وہ بھی جاری و ساری رہیں گے۔ بس یہ ضابطہ ذہن میں رہے کہ نئے قمری مہینے کا آغاز اسی وقت ہو گا جب قمری مہینے کی انتیس تاریخ کو غروب آفتاب کے بعد مطلع پر چاند نظر آئے، ورنہ وہ قمری مہینہ تیس کا قرار پائے گا اور اگلے دن کو بعض موسمی وجوہات اور فلکیاتی احوال کے باعث کسی وقت آسمان پر چاند نظر بھی آجائے تو اس سے قمری تاریخ میں کوئی ردوبدل نہیں ہو

گا۔ نیز ضابطہ یہ ہے کہ جس بات کا تعلق شہادت سے ہو تو اس کیلئے مجلس قضاء ضروری ہے اور مجلس قضاء کیلئے قاضی کا ہونا ضروری ہے اور قاضی کی تعریف فقہ حنفی کی مستند کتب کی روشنی میں یہ ہے کہ قاضی وہ ہوتا ہے جس کو بادشاہ یا حکومت وقت نے منصب قضاء پر مقرر کیا ہو، محدود وقت کیلئے یا غیر محدود وقت کیلئے، مخصوص علاقے کیلئے یا پورے بادشاہ حکومت کے دائرہ اختیار کے اندر تمام علاقوں کیلئے، تمام مسائل یا کسی ایک نوع کے مسائل یا کسی مخصوص مسئلہ کیلئے۔ مجلہ میں ہے: ' جو شہادت قاضی کی عدالت سے خارج ادا کی جائے وہ شرعاً معتبر نہیں ہے'۔[11] شرح مجلہ میں ہے؛ گواہی کی ادائیگی کیلئے شرط ہے کہ قاضی کی عدالت میں ہوں، اس لیئے کہ شریعت نے گواہی کو ایسے قاضی کی عدالت اور حکم کے ساتھ خاص کیا ہے، جو حاکم نے مقرر کیا ہو اور اسکی حدود ولایت کے اندر ہو۔[12]

'فتح القدیر میں ہے: ترجمہ: شہادت لغت میں سچی اور یقینی خبر دینے کو کہا جاتا ہے اور شریعت میں کسی شرعی حکم کو ثابت کرنے کیلئے لفظ اشھد کے ساتھ مجلس قضاء میں سچی خبر دینے کو کہا جاتا ہے۔[13] قاضی کی تعریف کے بارے میں مجلہ میں ہے: ' قاضی وہ ہوتا ہے جو مقرر کیا گیا ہو بادشاہ کی جانب سے۔[14] فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ترجمہ۔ ' اگر ایک علاقے کے لوگ ایک آدمی پر اتفاق کریں اور اس کو فیصلہ کرنے کیلئے قاضی بنا دیں تو وہ شرعی طور پر قاضی نہیں ہو سکتا۔[15] فتاوی ہندیہ میں ہے: ترجمہ۔ ' بادشاہ کی طرف سے قضا کی سپردگی جائز ہے، بادشاہ عادل ہو یا ظالم ہو اور ملتقط میں ہے کہ جو بادشاہ قاضی کو منصب قضاء پر سپرد کرتا ہے، اس کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔[16] 'مجلہ میں ہے: ترجمہ۔ ' قاضی کے قضاء کو وقت اور مکان کے ساتھ محدود کرنا جائز ہے۔[17] مجلہ میں ہے: ترجمہ۔ ' قاضی کے قضاء کو وقت، مکان اور کسی ایک مسئلہ کے ساتھ مخصوص کیا جا سکتا ہے۔[18] جواہر الفقہ میں ہے: رویت ہلال کے متعلق جو تحریر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خبر صادق اور یقین کو دوسروں پر لازم اور مسلط کرنے کیلئے ضابطہ شہادت کا قائم ہونا ضروری ہے اس کے بغیر کوئی قاضی یا حکم بھی اپنے یقین کو دوسروں پر مسلط نہیں کر سکتا۔[19] تو اب مسئلہ یہ ہے کہ جب چاند کی رویت سے اگر مانع موجود ہو تو رمضان کیلئے ایک ثقہ کی اور عیدین کیلئے دو ثقہ مسلمانوں کی شہادت کا اعتبار کیا جا سکتا ہے اور اگر مانع موجود نہ ہو تو چار پانچ آدمیوں کا دیکھنا اور شہادت دینا شرعاً نا قابل اعتبار ہے، جب تک مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ہلال کے دیکھنے کی شہادت نہ دے، لہٰذا درج بالا حوالہ جات کی روشنی میں رویت ہلال کمیٹی کو شرعی طور پر مجلس قضاء کی حیثیت حاصل ہے اور اس کے چیئرمین کو قاضی کی حیثیت حاصل ہے۔ تو مرکزی کمیٹی کا اعلان شرعاً معتبر اور درست ہے اور ان کے علاوہ پاکستان کے دائرۂ کنٹرول کے اندر کسی قسم کی کمیٹی رویت ہلال کیلئے شرعی طور پر غیر معتبر ہے۔

شہادت کے ردو قبول کا اختیار قاضی کے پاس ہے

شہادت کے ردو قبول کا اختیار قاضی کے پاس ہے، شریعت کا اصول بھی یہی ہے اور جدید دور کے قانونی ضوابط بھی یہی ہیں۔ شہادت علی الاطلاق حجت نہیں ہے، ورنہ شاہد خود قاضی بن جائے گا۔ گواہ کا کام قاضی کا سامنے گواہی دینا ہے، فیصلہ کرنا قاضی کا کام ہے۔ میں اس مسئلے کو ایک مثال سے واضح کرونگا، ایک مقدمہ قتل میں مقتول کی لاش پڑی ہوئی ملی، جسے گولی مار کر قتل کر دیا گیا تھا، دو گواہوں نے عدالت میں گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ فلاں شخص نے اپنے پستول سے گولی مار کر اسے ہلاک کیا ہے۔ مگر وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے یہ جرم نہیں کیا، جب لاش کا پوسٹ مارٹم کیا گیا تو اس کے جسم سے 'تھری ناٹ تھری' کی گولی نکلی اور اسلحے کے ماہر نے کہا کہ اس پستول سے کوئی گولی نہیں چلائی گئی، تو کیا محض دو عینی شاہدوں کی بنیاد پر عدالت قصاص میں اس شخص کی موت کا حکم صادر کر دے گی؟ ہر گز نہیں، اگر شہادت علی الاطلاق حجت ہو اور جرح کے ذریعے اس کی صداقت کو جانچنے کا کوئی اعتبار نہ ہو تو پھر موجودہ نظام میں عدالت کے ادارے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی جس کا کام ہی جرح کر کے گواہ کے صدق یا کذب کا جانچنا ہوتا ہے۔

قضا ریاست کی طرف سے مفوض ہوتی ہے

رویئت ہلال کا فیصلہ ایک قضاء ہے اور اس کے لیئے ایک ادارہ، مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان قائم کیا گیا ہے۔ قاضی کے تقرر کا اختیار اسلامی شریعت اور جدید نظام آئین و قانون میں بھی خلیفہ یا سربراہ مملکت کو ہے، کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ خود قاضی بن بیٹھے اور متوازی عدالت لگائے۔ پاکستان میں بھی کسی مسئلے میں پاکستان کی ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کے مقابلے میں متوازی عدالتیں نہیں لگائی جاتیں، یہاں تک کہ جب متحدہ مجلس عمل کی حکومت کے حسبہ بل کو سپریم کورٹ نے خلاف آئین قرار دیا تو اس فیصلے کا بھی ان کی طرف سے ناپسندیدگی کے باوجود احترام کیا گیا۔ اس طرح چیف جسٹس کیس میں حکومت نے اپنی خواہش کے برعکس سپریم کورٹ فل بنچ کے فیصلے کو تسلیم کیا۔ لیکن صرف رویت ہلال کے مسئلے پر خیبر پختونخواہ میں چند علماء متوازی عدالتیں لگا کر شہادت قبول کرتے ہیں اور فیصلے صادر کرتے ہیں۔ یہ شرعی لوگوں کا غیر شرعی اقدام ہے۔

قضائے قاضی میں خطاواقع ہو، تب بھی وہ شرعاً و قانوناً مؤثر ہے

اگر کوئی قاضی فیصلے میں دانستہ خیانت کرتا ہے تو وہ آخرت میں عند اللہ مسؤل ہوگا، مگر فیصلہ بہر حال نافذ ہوگا۔ اور اگر اس سے فیصلے میں اجتہادی طور پر خطاواقع ہو جاتی ہے، تو وہ آخرت میں بری ہے اور اسے ایک اجر بہر حال ملے گا اور اس کا فیصلہ ہر صورت میں مؤثر اور نافذ ہوگا۔ بشرطیکہ اس کا فیصلہ قرآن یا سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو۔ حدیث پاک میں ہے؛ ترجمہ۔ " حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میرے پاس مقدمات لے کر آتے ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے موقف کو مخالف فریق کی نسبت (اپنے زور بیان کی وجہ سے) زیادہ مؤثر انداز میں پیش کرے اور میں اس سے سنے ہوئے واقعات کی روشنی میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں تو میں جس شخص کو اس بھائی کے حق میں سے کچھ دے دوں تو وہ (اللہ کا خوف کرتے ہوئے) اسے نہ لے، بلکہ (وہ یہ سمجھے کہ) میں اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں۔[20] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظاہراً قاضی کا فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے۔ اور وہ بعض اوقات خلاف حقیقت بھی ہو سکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے باطنی امور کا علم بھی عطاء فرمایا تھا، لیکن ہر قاضی کے لیے ایسا ممکن نہیں ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے تعلیم امت کے لیے فرمایا: اگر حقوق العباد کے معاملے میں قاضی کوئی فیصلہ کر دے اور مدعی یا مدعیٰ علیہ یہ جانتا ہے کہ اس فیصلے کے نتیجے میں اسے عدالت نے جو حق دیا ہے وہ عند اللہ اس کا حقدار نہیں ہے۔ اور حقیقت اس کے برعکس ہے تو اسے آخرت کی جواب دہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے دنیا کی اس عارضی منفعت سے دستبردار ہونا چاہیے ورنہ یہ اس کے لیے آگ کا ٹکڑا ہوگا، یعنی ناحق دوسرے کا مال لینا آخرت کے عذاب کا باعث بن سکتا ہے۔ نیز قاضی خطا سے معصوم نہیں ہوتا، وہ اس بات کا مکلف ہے کہ اپنی پوری علمی دیانت اور دستیاب حقائق و شواہد اور قرآن کی روشنی میں فیصلہ کرے۔ اس پر وہ عند اللہ ماجور ہوگا۔ ترجمہ۔ " حضرت بریدؓ بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: قاضیوں کی تین قسمیں ہیں، (ان میں سے) ایک جنت میں ہوگا اور دو جہنم میں ہونگے۔ جنت میں وہ شخص ہوگا جس نے حق کو صحیح طور پر جانا اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا اور جس شخص نے حق کو صحیح طور پر پہچانا مگر (جان بوجھ کر) ظلم پر مبنی فیصلہ کیا تو وہ جہنم میں ہوگا اور جو شخص جہالت پر مبنی فیصلے دیتا ہے وہ جہنم میں ہوگا۔[21] ترجمہ۔ "عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: اگر تو نے (منصب قضاء پر فیض ہو کر فیصلہ کرنے کے لیے) اجتہاد کیا اور صحیح فیصلہ کیا تو تیرے لیے دس اجر ہیں اور اگر (تو نے اپنی دیانت کے مطابق حق کو معلوم کرنے کی) پوری کوشش کی لیکن حق کو سمجھنے میں تجھ سے خطاء ہو گئی تو تب بھی تیرے لیے ایک اجر ہے۔[22]

سعودی عرب کے ساتھ رمضان و عیدین کیوں نہیں؟

ہمارے ہاں بعض اوقات یہ مطالبہ سامنے آتا ہے کہ پاکستان میں رمضان اور عید الفطر کا فیصلہ سعودی عرب کے فیصلے کے تابع کر دیا جائے۔ صوبہ سندھ کی رویت ہلال کمیٹی کے ایک معزز رکن مفتی سید صابر حسین صاحب نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے

سعودی عرب کے ساتھ رمضان وعیدین کیوں نہیں؟

اصل موضوع پر آنے سے پہلے قارئین کرام پر یہ واضح کرتا چلوں کہ حکومت پاکستان کی قائم کردہ صوبائی اور مرکزی رویت ہلال کمیٹیوں میں ملک کے تمام مسالک یعنی اہلسنت، دیوبندی، اہل حدیث، اور اہل تشیع کے سرکردہ علماء حضرات کو شامل کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ کمیٹی کے فنی ماہرین، جن میں محکمہ موسمیات، پاکستان نیوی اور سپارکو کے نمائندے فنی معاونت کیلئے موجود ہوتے ہیں اور ان سب کی متفقہ رائے کی روشنی میں تمام ممبران کی موجودگی میں چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی چاند کی رویت یاعدم رویت کا اعلان کرتے ہیں۔ اس موقع پر ممبران کمیٹی کے علاوہ میڈیا کے نمائندے بھی ایک بڑی تعداد میں موجود ہوتے ہیں، جو کمیٹی کی تقریباً کاروائی کی عکس بندی کرتے ہیں۔ راقم الحروف بھی گزشتہ سال سے صوبائی رویت ہلال کمیٹی میں رکن کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دے رہا ہے، لہذا ان تمام معاملات کا چشم دید گواہ بھی ہے۔ علاوہ ازیں کراچی میں موجود مسلک دیوبند کی معروف دینی درسگاہ جامعۃ الرشید میں قائم شعبہ فلکیات کے سربراہ مولانا سلطان ہمیشہ چیئرمین مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے ساتھ رابطے میں رہتے ہیں اور معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں رمضان وعیدین کے چاند کے مسئلے کے حل کیلئے مختلف مکتبہ ہائے فکر کی جانب سے کئی حل پیش کیے جاتے رہے ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ پاکستان میں رمضان، عیدین اور دوسرے مہینوں کو سعودی عرب کے ساتھ منسلک کر دیا جائے یعنی سعودی عرب کے اعلان کے مطابق پاکستان میں بھی رمضان اور عیدین کی جائیں تاکہ پوری دنیا میں رمضان وعیدین کے حوالے سے مسلم امہ کے درمیان یکسانیت ووحدت پیدا ہو جائے، جو کہ ہر درد دل رکھنے والے مسلمان کی دیرینہ خواہش ہے۔ ایسا ممکن ہے یا نہیں؟ اس کا حتمی اور یقینی فیصلہ اکابر علماء کرام اور فلکیات کے ماہرین کرینگے۔ لیکن جہاں تک راقم الحروف کی رائے کا تعلق ہے تو میری رائے میں ایسا ہونا چند وجوہ کی بنا پر عملاً ممکن نہیں۔ کیونکہ سعودی عرب میں رویت ہلال کا موجودہ طریقہ کار شرعی اور تکنیکی اعتبار سے درست اور قابل اعتماد نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سعودی عرب کا بسا اوقات پاکستان کی قمری تاریخ سے ایک دن اور بعض اوقات دو دونوں کا فرق ہو جاتا ہے، جس پر ہر ذی شعور مسلمان سوچنے پر مجبور ہے کہ سائنسی عروج وترقی کے اس زمانہ میں ایک دن کا فرق تو کسی حد تک قابل فہم ہے، لیکن دو دنوں کے فرق کا سمجھنا انتہائی مشکل اور مضحکہ خیز ہے۔ دو دنوں کا فرق یہ ظاہر کرتا ہے کہ واقعتاً ان کے طریقہ کار میں خامی ہے اور اس میں اصلاح کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ فلکیاتی اعداد وشمار اور جغرافیائی اعتبار سے بھی یہ ناممکن ہے کہ سعودی عرب میں چاند نظر آجائے اور اس کے اگلے روز پاکستان میں چاند نظر نہ آئے۔ جغرافیہ اور فلکیاتی ماہرین کی رائے کے مطابق دنیا کے وہ خطے، جو مغرب کی جانب واقع ہیں، وہاں مشرقی علاقوں کی نسبت سورج دیر سے غروب ہوتا ہے اور غروب شمس میں تاخیر کی وجہ سے چاند کی عمر میں اضافہ ہو جاتا ہے اور یہ بھی سائنسی حقیقت ہے کہ چاند کی عمر میں جتنا اضافہ ہوگا، اس کا نظر آنا اتنا ہی یقینی ہو جاتا ہے۔ اب اگر محل وقوع کے اعتبار سے سعودی عرب اور پاکستان کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ پاکستان سعودی عرب کے مقابلے میں مشرق کی جانب واقع ہے جس کی وجہ سے یہاں سعودیہ سے تقریباً دو گھنٹے پہلے سورج غروب ہوتا ہے، لہذا پاکستان کا سعودیہ کی بہ نسبت مشرقی جانب ہونے کی وجہ سے یہ تو ممکن ہے کہ چاند نظر نہ آئے اور سعودی عرب، جو کہ مغرب کی جانب ہے، میں چاند نظر آجائے کیونکہ سعودی عرب میں غروب آفتاب کے وقت چاند کی عمر میں پاکستان کے مقابلے میں دو گھنٹے کا اضافہ ہو جاتا ہے اور اس کا نظر آنا کسی حد تک ممکن ہو جاتا ہے، لہذا اگر چاند سعودی عرب میں نظر آجائے تو اگلے دن اگر موسم ابر آلود نہ ہو تو، چاند کی عمر میں مزید چوبیس گھنٹے کے اضافے کی وجہ سے پاکستان میں اس کا نظر آنا یقینی ہوتا ہے، لیکن اگلے دن پاکستان میں چاند نظر نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سعودی عرب کے نظام رویت میں کہیں نہ کہیں کوئی بڑی خرابی موجود ہے۔ انٹرنیٹ پر موجود مواد اور مختلف ذرائع سے یہ معوم ہوا ہے کہ سعودی عرب کی عوام بھی اکثر وبیشتر اس طریقہ کار پر صدائے احتجاج بلند کرتی رہتی ہے لیکن چونکہ وہاں شاہی حکم نامے کے تحت یہ

سب کچھ ہوتا ہے، لہذا یہ آواز دبا دی جاتی ہے، اور تشویش میں مبتلا لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خاموش رہنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے۔ چاند کی رویت کے حوالے سے تحریر کردہ ایک تحقیقی مقالی بعنوان "سعودی رویت کے بارے میں ذاتی نوٹس Notes on the Subject of following Saudi Moon Sighting " میں مقالہ نگار نے سعودی محکمہ قضاء الاعلیٰ کے رئیس شیخ صالح الحیدان کے ایک دھمکی آمیز بیان، جو انہوں نے "عکاظ" نامی اخبار کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کو درج کیا کہ "میں تمام لوگوں کو اللہ کے تقویٰ اور سچائی کی وصیت کرتا ہوں، وہ ان معاملات میں دخل اندازی نہ کریں، جو ان کا میدان نہیں اور مجلس اس بات پر غور کر رہی ہے کہ جو لوگ ہلال کے بارے میں اخبارات میں لکھتے ہیں، انہیں اس جرم پر سزا دی جائے کیونکہ اس سے عدم واقفیت کی بنیاد پر عوام میں بہت انتشار ہوتا ہے۔ گویا رئیس محکمہ قضاء الاعلیٰ جہاں لوگوں کو خشیت الٰہی کا درس دے رہے ہیں وہاں اس سے کوسوں دور جاتے ہوئے اہل علم کی ہر قسم کی تنقید کو قابل تعزیر قرار دیتے ہوئے مثبت تنقید کا دروازہ بھی بند کر رہے ہیں۔ گویا وہاں پر سرکاری سطح پر اعلان رویت کے خلاف بات کرنا یا علمی بحث کرنا جرم ہے اور وہاں کی حکومت اس بات کی پابند نہیں ہے کہ رویت کی شرعی وفنی وجوہ کو ریکارڈ پر لائے۔ یہ سب کچھ تو صرف پاکستان میں ممکن ہے، لہذا اہل پاکستان کو اس نعمت آزادی پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ ساتھ ہی ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ خالص دینی و شرعی مسئلے کو لطیفوں، مزاحیوں، کارٹونوں اور غیر سنجیدہ سیاسی بحث و تمحیص کا موضوع نہ بنائیں۔ البتہ اگر اس موضوع پر اخبارات اور ٹیلی وژن چینلز سنجیدہ انداز میں علمی و فنی بحث کریں تو اس سے عوام میں آگہی اور شعور پیدا ہوگا۔ دنیا بھر کے مسلم اور غیر مسلم ماہرین فلکیات اور ریاضی دان اس بات پر انتہائی حیران اور ششدر رہتے ہیں کہ سعودی عرب کے ارباب اقتدار کس ذہنیت کے حامل ہیں کہ چاند کے مطلع پر ممکنہ طور پر نظر نہ آنے کے باوجود بھی اسے بڑی آسانی سے دیکھ لیتے ہیں اور غیر حقیقی رویت کا بھی اعلان کر دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض عرب ممالک میں بھی اس حوالے سے تشویش پائی جاتی ہے، جن میں مراکش پیش پیش ہے، جہاں زیادہ تر رمضان و عیدین پاکستان کے مطابق ہوتی ہیں انٹرنیٹ پر دستیاب معلومات کے مطابق 2009 مراکش میں عید الفطر ۱۲ ستمبر 2009 بروز پیر کو منائی گئی ہے، حالانکہ مراکش پاکستان سے وقت کے اعتبار سے پانچ گھنٹے اور سعودی عرب سے تین گھنٹے پیچھے ہے، لہذا اگر سعودی عرب میں چاند نظر آ جائے تو مراکش میں بدرجہ اولیٰ نظر آنا چاہیئے کیونکہ اس وقت تک چاند کی عمر میں سعودی عرب کے مقابلے میں تقریباً تین گھنٹے اضافہ ہو چکا ہوتا ہے، لیکن ایسا نہیں ہوتا، بلکہ سعودی عرب میں رویت ہلال کے اعلان کے باوجود مراکش والے چاند دیکھنے سے اکثر محروم رہ جاتے ہیں، حالانکہ وہاں چاند کو دیکھنے کیلئے پاکستان کی طرح ملکی سطح پر باقاعدہ ایک ادارہ قائم ہے، جو علماء کرام اور ماہرین فلکیات اور موسمیات پر مشتمل ہے۔ قارئین کی دلچسپی اور معلومات کیلئے دوبارہ یہ تحریر کرتا چلوں کہ ماہرین فلکیات کی آراکے مطابق مغربی ممالک میں رویت ہلال مشرقی رویت سے پہلے ہوگی اور سعودی عرب جغرافیائی اعتبار سے دنیا کے مشرقی ممالک میں شامل ہے، لہذا اگر سعودی عرب میں رویت ہلال ہو جائے، تو یقینی طور پر مغربی ممالک میں بھی ہونی چاہیئے، جبکہ مراکش سعودی عرب کے کافی مغرب میں واقع ہونے کے باوجود اکثر اس دن رویت ہلال نہیں ہوتی جس دن سعودی عرب میں رویت ہلال کا اعلان کر دیا جاتا ہے۔ اس پر اکتفا نہیں بلکہ کافی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ امریکہ، کینیڈا، اور ویسٹ انڈیز جہاں سعودی عرب کے آٹھ گھنٹے بعد سورج غروب ہوتا ہے، مطلع صاف ہونے کے باوجود اکثر چاند نظر نہیں آتا، انتہائی تعجب کی بات ہے اور اہل فکر و نظر کیلئے قابل غور بھی۔ پس یہ امر شرعی و سائنسی دونوں اعتبار سے غیر معقول ہے کہ سعودی عرب کے اعلان رویت کو پاکستان میں نافذ کیا جائے۔ قارئین کرام کو آگاہ کرتا چلوں کہ پشاور، مردان اور چارسدہ پاکستان کے وہ علاقے ہیں جہاں سے ہر سال چاند کے پہلے نظر آنے کا اعلان کر دیا جاتا ہے اور ان کی علاقوں مین مرکزی رویت ہلال کمیٹی سے بالاتر ہو کر الگ کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ مذکورہ بالا شہر جغرافیائی اعتبار سے پاکستان کے دوسرے شہروں کے مقابلے میں انتہائی مشرق کی جانب واقع ہیں۔ لہذا اوپر

بیان کردہ مسلمہ اصول کے مطابق اگر ان علاقوں میں چاند نظر آجاتا ہے تو پھر پاکستان کے وہ علاقے، جو مغرب کی جانب واقع ہیں اور جہاں سورج مشرقی علاقوں کی نسبت دیر میں غروب ہوتا ہے وہاں اگر مطلع بر آلود نہ ہو تو پھر یقینی طور پر وہاں چاند نظر آنا چاہیئے۔ مگر مشاہدہ اور سابقہ ریکارڈ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مطلع صاف ہونے کے باوجود مغربی علاقوں کے لوگ اکثر و بیشتر محروم رہ جاتے ہیں اس پر ہر صاحب عقل شخص سوچنے پر مجبور ہے۔ اس حوالے سے سندھ کے ساحلی علاقے کراچی اور بدین خاص طور پر قابل ذکر ہیں، کیونکہ ان علاقوں میں عام طور پر پاکستان کے مشرقی علاقے پشاور، مردان اور چارسدہ کی بہ نسبت سورج آدھا گھنٹہ تاخیر سے غروب ہوتا ہے، جس کی وجہ سے چاند کی عمر میں آدھا گھنٹہ اضافہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے نظر آنے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ یہاں یہ بات بھی بہت اہم ہے کہ سعودی حکومت رویت کے معاملے میں غیر معمولی حساسیت کا مظاہرہ کرتی ہے ورنہ صرف اپنے ملک کے باشندوں کو بلکہ دنیا کے کسی دوسرے اسلامی ملک کے ماہرین کو ایک خالص دینی معاملے میں اپنا شریک بنانا گوارا نہیں کرتی اور نہ ہی ان کی مہارت اور تجربات سے فائدہ اٹھانے کی روادار ہے کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کچھ ماہرین نے سعودیہ کے نظام رویت کو دیکھنے اور اس کی شرعی حیثیت معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن انہیں ایسا کرنے سے روک دیا گیا۔ چنانچہ محترم خالد اعجاز مفتی لکھتے ہیں: سن 1979 عیسوی کے رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اسلامی ملک ترکی کا پانچ افراد پر مشتمل ماہرین کا ایک وفد شوال المکرم کے چاند کو دیکھنے کیلئے سعودی عرب آیا اور اس نے اس وقت کے سعودی رئیس مجلس قضاء شیخ عبدالعزیز بن باز سے ملاقات کر کے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا اور بدی یا شفا پہاڑ، جو کہ عرب کے بلند ترین پہاڑوں میں ہیں پر چڑھ کر چاند کی رویت کی اجازت طلب کی تو انہوں نے یہ کہہ کر وفد کی خواہش کو رد کر دیا کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ بعد میں 22 اگست 1979 کی شام سعودی حکومت نے یہ اعلان کر دیا کہ 23 اگست 1979 کو یکم شوال المکرم ہے، لہذا کل عید ہوگی، وفد نے بعد میں اپنی جاری کردہ رپورٹ انکشاف کیا کہ اس نے 23 اگست کی شام شفا پہاڑ پر چڑھ کر چاند کی رویت کی کوشش کی لیکن اس دن بھی چاند نظر نہیں آیا، حالانکہ اگست 22 اگست کو چاند نکل چکا تھا تو 23 اگست کو چاند کو دیر سے نظر آنا چاہیئے تھا۔[23] اسی طرح ایک اور مقام پر مفتی سید صابر حسین صاحب ہیں: سعودی عرب کی شاہ سعود یونیورسٹی ریاض کے شعبہ طبیعات و نجوم کے عالم جناب این کردی نے اپنے ملک کے نظام رویت ہلال کے بارے میں انگریزی میں ایک مقالہ تحریر کیا، جو" دی آبزرویٹری The observatory " کے شمارہ اگست 2003 پر شائع ہوا۔ یہ مقالہ www.articals.adsabs.harward.edu ویب سائٹ پر بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ اس مقالے میں انہوں نے محکمہ عدل کی جانب سے اعلان کردہ آغاز رمضان کی تاریخوں کی ایک فہرست ترتیب دی ہے جو مسلسل 42 برسوں کا احاطہ کرتی ہے۔ انہوں نے درج ذیل پانچ مقامات کو اپنے مطالعہ کا محور بنایا، جہاں رویت ہلال کی شہادتوں کے زیادہ تر دعوے کئے گئے ہیں۔ یہ مقامات دوامی، سودیر، حریق، حبوک اور دمام ہیں۔" آگے تحریر کرتے ہیں: "ان 42 برسوں میں صرف 02 تاریخیں ایسی ہیں، جن کی شامی ماہرین فلکیات کے مطابق رویت ہلال ممکن تھی، پہلی 26 جنوری 1963 اور دوسری 31 مئی 1984۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ مؤخر الذکر مہینے کی درست رویت کو یوں غلط کر دیا گیا کہ اس مہینے کے آخر میں 28 رمضان المبارک (28 جون 1984ء) کی شام حیرت انگیز طور پر شوال کا چاند دکھائی دیے جانے کا اعلان ہو گیا۔ جواز یہ قائم کیا گیا کہ غلطی کے باعث رمضان کے آغاز میں ایک روز کی تاخیر ہوگئی تھی۔[24] دار العلوم کراچی کے مفتی تقی عثمانی صاحب اس حوالے سے سعودی عرب کی رویت کے طریقہ کار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "سعودی عرب میں کئی مرتبہ چاند کی ولادت سے پہلے ہی شہادت کو معتبر ماننے کا جو واقعہ پیش آیا ہے، وہ احقر کی نظر میں محل نظر ہے اور متعدد سعودی علماء سے احقر نے گفتگو کی ہے وہ بھی اس معاملے میں پریشان نظر آئے، لیکن چونکہ مسئلے کا تعلق مجلس قضاء الاعلیٰ سے ہے، اس لیے وہ بے بس تھے۔[25]

ان حقائق کی موجودگی میں سعودی عرب کی اندھی تقلید کرتے ہوئے ان کے ساتھ رمضان وعیدین میں اتفاق کس طرح ممکن ہے؟ کیا محض عقیدت کی بنیاد پر رمضان اور شوال کے آغاز کو مقدم کر کے مسلمانوں کے ایک یا دو روزوں کو کوئی اپنے سر لے سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! بلکہ شریعت کے منشا اور حکم کے عین مطابق نظر آنے والے چاند کو دیکھ کر روزہ رکھا جائے گا اور چاند کو دیکھ کر ہی عید منائی جائے گی۔ سعودی عرب کے ساتھ عید کے ممکن نہ ہونے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں قمری تاریخ کے تعین کیلئے جو ام القریٰ کیلنڈر وضع کیا گیا ہے، وہ اس لیے قابل اعتبار نہیں کہ پہلے اس مہینے میں قمری مہینے کی ابتدا کیلیے چاند کی پیدائش کو اور پھر بعد میں تھوڑی تبدیلی کے ساتھ چاند کی پیدائش اور مطلع افق ٹھہراؤ کو معیار بنایا گیا ہے، یعنی اعلان رویت کیلئے درج ذیل دو شرائط عائد کی گئی ہیں:

1۔ چاند کی پیدائش سورج کے غروب ہونے سے پہلے ہوئی ہو۔

2۔ غروب قمر آفتاب کے غروب ہونے کے بعد ہو یعنی سورج کے غروب ہو جانے کے بعد افق پر چاند کے مطلع ٹھہراؤ، خواہ وہ چند منٹ ہی کیوں نہ ہو، کو معیار بنایا گیا ہے۔

چاند کی پیدائش سے مراد یہ ہے کہ چاند زمین کے گرد اوسطاً تقریباً 29.5 دن میں ایک چکر مکمل کرتا ہے۔ اس چکر کے دوران ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ سورج چاند اور زمین ایک مستوی (Plan) ایک لائن پر آجاتے ہیں اور چاند سورج اور زمین کے درمیان ہوتا ہے، سائنسی اعتبار سے یہ کیفیت چاند کی پیدائش یا" نیا چاند" کہلاتی ہے۔ اس وقت چاند پر گرنے والی سورج کی روشنی زمین پر نہیں پہنچتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی طاقتور ترین ٹیلی سکوپ سے بھی چاند کی روشنی کو دیکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ اب اگر شرعی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو مذکورہ بالا دونوں شرائط کا مطلق لگانا درست نہیں ہے۔ پہلی شرط اس لیے درست نہیں کہ شرعی اعتبار سے پیدائشی نیا چاند اس وقت تک ہلال نہیں بن سکتا جب تک کہ اسے کھلی آنکھوں سے دیکھ نہ لیا جائے اور سائنسی اعتبار سے یہ جب ہی ممکن ہے جب چاند اور عوامل کی موجودگی میں چاند کی عمر کم از کم بیس گھنٹے یا اس سے زائد ہو جائے۔ جیسا کہ محترم خالد اعجاز مفتی اپنی کتاب "رویت ہلال مسئلہ اور حل" میں چاند کی عمر سے رویت ہلال معلوم کرنے کے نکات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: (۱) بیس گھنٹے سے کم عمر کا چاند دکھائی نہیں دیتا۔ (2) بیس سے تیس گھنٹوں کی عمر کا چاند کبھی دکھائی دے جاتا ہے کبھی نہیں، اس کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے۔ تیس گھنٹوں سے زائد عمر کا چاند مطلع صاف ہونے کی صورت میں چند مستثنیات کو چھوڑ کر نظر آجاتا ہے۔[26] بعض ماہرین فلکیات کم از کم تیس گھنٹے چاند کی عمر کو رویت کیلئے شرط قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا چاند کی پیدائش اور قابل رویت ہونے میں کم از کم ایک دن یا اس سے بھی زیادہ کا فرق لازمی ہے اور سعودی عرب نے جب تک چاند کی پیدائش کو قمری تاریخ کیلئے معیار بنائے رکھا، اس وقت تک پاکستان کے ساتھ قمری مہینے کی ابتدا کرنے میں بعض دفعہ ایک دن اور کبھی دو دن کا فرق سامنے آتا رہا، کیونکہ نئے چاند اور ہلال میں اتنا فرق آنا ممکن ہوتا ہے۔ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد یہ ہے کہ چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر ہی افطار کرو یعنی شوال کا آغاز کرو اور عید الفطر مناؤ۔ اب اگر سعودی عرب کی مطابقت کی جائے تو لازمی طور پر ایسا ہوگا کہ روزے پہلے شروع ہو جائیں اور عید الفطر رمضان ہی میں منالی جائے، دونوں صورتوں میں متعدد شرعی قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ جہاں تک دوسری شرط یعنی سورج کے غروب ہو جانے کے بعد افق پر چاند کے مطلق ٹھہراؤ، خواہ چند منٹ ہی کیوں نہ ہو، کو معیار بنانے کا تعلق ہے، تو اس حوالے سے عرض یہ ہے کہ یہ بھی سائنسی و شرعی اعتبار سے درست نہیں ہوگا۔ کیونکہ چاند کی حقیقی رویت کیلئے جہاں اس کی پیدائش کے بعد ایک مخصوص مدت کا گزر جانا ایک شرط ہے، بالکل اسی طرح سورج کے غروب ہو جانے کے بعد چاند کا مطلع افق پر ایک مخصوص وقت ٹھہرا رہنا بھی ضروری ہے، وگرنہ اس کی رویت یعنی اسے دیکھنا مشکل ہو جائے گا۔ ماہرین کے مطابق عام طور پر نیا چاند دوسرے عوامل کی موجودگی میں اس وقت تک رویت کے قابل نہیں ہوتا، جب تک وہ سورج کے غروب ہو جانے کے بعد

تقریباً پچاس منٹ یا اس سے زائد وقت تک افق پر نہ رہے۔ اس سے کم وقت میں بھی رویت ممکن ہو سکتی ہے مگر ایسا کبھی کبھار ہو سکتا ہے، اسی طرح اگر چاند سورج سے پہلے غروب ہو جائے تو پھر اس کا نظر آنا ممکن ہو جاتا ہے کیونکہ چاند افق کے نیچے جا چکا ہوتا ہے۔ مہینے کی ابتدا کرنے کیلئے چاند کی پیدائش کو معیار بنانے کی بجائے رویت یعنی دیکھنے کو معیار بنانے کا ثبوت قرآن کریم کی کئی آیت کریمہ سے ملتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا: ترجمہ۔ "(اے نبی) لوگ آپ سے ہلالوں کی تاریخ کے بارے میں پوچھتے ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے: یہ (ہلال) مقرر اوقات ہیں، لوگوں کیلئے اور حج کے تعین کیلئے"[27] مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اس ہلال کا ذکر ہے جو لوگوں کو نظر آئے اور نیا چاند پیدا ہوتے ہی نظر نہیں آتا، بلکہ اس کے نظر آنے کیلئے کچھ وقت کا گزر جانا بھی ضروری ہے۔ اس طرح چاند کے بارے میں مشہور حدیث مبارکہ میں بھی پیدائش کا ذکر نہیں ہے بلکہ "رویت" کے الفاظ آئے ہیں جس کے معنی "دیکھنے" کے ہیں یہ دیکھنا خود سے بھی ہو سکتا ہے اور کسی شرعی شہادت سے بھی۔ سعودی عرب میں رویت کے حوالے سے ان بنیادی خرابیوں کا پتا اس سے بھی چلتا ہے کہ ایک دفعہ چاند کی تاریخ کے اعلان کیے جانے کے بعد اکثر و بیشتر تاریخوں میں کمی بیشی کی جاتی ہے۔ اس حوالے سے 2005 اور 2007 عیسوی کے ذوالحج کے مہینوں کے اعلان اور بعد میں کیے جانے والے ردوبدل کو دیکھا جا سکتا ہے۔ اس حوالے سے سعودی اخبار "الوطن" میں حمزہ المزنی نامی کالم نگار کا ایک مضمون انتہائی اہم ہے جس میں ماہِ ذوالحج 1425ھ کے چاند کا پہلے اعلان کرتے ہوئے 12 جنوری بروز بدھ یکم ذی الحج قرار دیا گیا۔ پھر کئی دنوں کے بعد اسی سالہ بوڑھوں کی شہادت کو قبول کرتے ہوئے تاریخ کو پیچھے کر دیا گیا اور یکم ذی الحج 11 جنوری کو قرار دے دیا گیا۔ کنگ عبدالعزیز کالج آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی کے ماہرین نے مجلس قضاء کے اس فیصلے کو چیلنج کرتے ہوئے ان دونوں بوڑھوں کا انٹرویو لیا لیکن ان سے مطمئن نہ ہو سکے۔ ماہرین کا اُن بوڑھوں کی روایت کو چیلنج کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جس دن کے بارے میں انہوں نے رویت کا اقرار کیا تھا اُس دن غروبِ آفتاب کے وقت چاند کی عمر صرف تین گھنٹے تھی اور سورج کے غروب ہونے سے 3منٹ پہلے غروب ہو چکا تھا۔ کالم نگار حمزہ المزنی کا یہ مضمون www.alwatan.com.sa/2005-01*-20/writers پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک سعودی عرب اور ہمارے ملک میں ناممکن دنوں میں شہادتوں کے آنے کا مسئلہ ہے تو اس حوالے سے بھی چند اہم باتوں کو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے: سعودی عرب میں عام طور پر روایت عامہ نہیں ہوتی ہے یعنی مطلع صاف ہونے کے باوجود صرف چند لوگ ہی چاند کو دیکھ پاتے ہیں جبکہ فقہائے کرام نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ اگر مطلع ابر آلود نہ ہو تو رمضان المبارک اور عیدین کے چاند کے ثبوت کے لئے رویت عامہ کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ ایک جمِ غفیر چاند کے دیکھنے کی شہادت دے صرف چند افراد کی شہادت معتبر نہ ہوگی۔ جمِ غفیر کے علاوہ فقہائے کرام ایک شرط یہ بھی لگاتے ہیں کہ اس دن چاند کے نظر آنے کا امکان بھی ہو۔ آسان لفظوں میں یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ چاند کی رویت اس وقت معتبر ہو گی جب اس کی رویت پر کثرت شہادت اور اس کے نظر آنے کے امکان بھی موجود ہوں۔ اگر چاند کی رویت کی شہادت ایسے دنوں میں دی جائے جن دنوں میں اس کی پیدائش ہی نہ ہوئی ہو یا پیدائش تو ہو گئی ہو لیکن اس کی عمر کے کم ہونے کی وجہ سے اس کا نظر آنا ممکن ہو تو پھر شہادت معتبر نہ ہو گی۔

درج بالا حقائق کے تناظر میں سعودی عرب کی رویت ہلال کے طریقہ کار کو دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ وہاں کبھی بھی رویت عامہ نہیں ہوتی، بلکہ صرف ایک یا دو افراد کی شہادت پر اعلان کر دیا جاتا ہے اور وہ اعلان بھی اس اعتبار سے مشکوک ہے کہ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ شہادتیں کہاں سے آئیں؟ کس نے لیں اور شہادت دینے والوں کی شرعی حیثیت مسلّم ہے یا نہیں؟ اس حوالے سے سعودی عرب میں رویتِ ہلال کی شہادت کو قبول کرنے والی چھ رکنی کمیٹی کے ایک رکن ڈاکٹر صالح کا بیان جو روزنامہ جنگ میں شائع ہوا بہت اہم ہے۔ روزنامہ جنگ لکھتا ہے: "ڈاکٹر صالح اس چھ رکنی سرکاری کمیٹی کے رکن ہیں

جن کے ذمے چاند دیکھے جانے کی شہادتیں لینے کی ذمہ داری ہے۔ انہوں نے 4 اکتوبر کو انٹرنیٹ پر اپنا بیان جاری کیا کہ ان کو کسی نے چاند دیکھنے کی اطلاع نہیں دی اور نہ ہی وہ اس فیصلے سے مطمئن ہیں۔ انہوں نے انٹرنیٹ پر اپنا موبائل نمبر بھی دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ پچھلے بیس سالوں سے سعودی حکمرانوں کو قائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ رمضان اور عیدین کے ایام کے غلط فیصلوں کو نافذ نہ ہونے دیں، لیکن مجلسِ اعلیٰ سے فیصلے صادر ہو جاتے ہیں۔[28] سعودی عرب میں رویت کے حوالے سے انتہائی باخبر ذرائع سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہاں پہلے شہادت دینے والوں کو شاہی حکم نامے کے تحت انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے۔ احقر کی نظر میں یہ عنصر بھی غیر شرعی شہادت کا باعث بن سکتا ہے۔ پاکستان کے چند شہروں میں قبل از وقت رویت کی شہادت کا واقعہ پیش آتا ہے اُن کے بارے میں بھی اخبارات وغیرہ میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ ایسی خبریں بھی چھپی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ بعض لوگ محض جلد بازی کی وجہ سے وقت سے پہلے چاند کی رویت کی جھوٹی شہادت دیتے تھے۔ اس بارے میں ایک واقعہ مفتی تقی عثمانی صاحب کے حوالے سے روزنامہ جنگ کے 5 اکتوبر 2005 کی لندن اشاعت میں چھپا جسے ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

جسٹس مفتی عثمانی نے ایک جگہ لکھا کہ انہوں نے ایک مولوی صاحب کو بیت اللہ پر زار و قطار روتے ہوئے دیکھا تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ حضرت جلد بازی کر کے وقت سے پہلے روزہ اور عید کرواتے رہے، اب رو رو کر خدا سے معافی مانگ رہے ہیں۔ اسی طرح ماہنامہ "الخیر" ملتان کی اکتوبر 2005 کی اشاعت میں جناب بشیر نامی مضمون نگار نے ایک واقعہ یوں درج کیا ہے: "احقر کے ہمسائے اچھے پکے تبلیغی اور ریلوے ملازم جناب ملک محی الدین لہڑی نے فرمایا کہ جماعت کے ایک ساتھی مقیم قریب سرحد نے روتے ہوئے بتایا کہ میں اور چند ساتھی رمضان اور عیدین کے چاند دیکھنے غلط شہادت دیتے تھے۔ چند غلط بہانوں اور تاویلات کا سہارا لے کر دل کو سمجھاتے اور ضمیر کو سلاتے تھے۔ اب توبہ و استغفار کیا ہے دعا فرما دیں اللہ معاف فرمائے، بذریعہ خط یا ذاتی طور پر تصدیق کرا سکتے ہیں"۔ خیبر پختونخواہ کے بعض علماء کی جانب سے کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ انہوں نے رمضان و عید کے چاند کی رویت کے بارے میں حتمی طور پر پیشگی اطلاع دیدی کہ فلاں تاریخ کو چاند نظر آجائے گا اور عید فلاں دن ہو گی۔ جیسا کہ حضرت پیر محمد کرم شاہ صاحب الازہری علیہ الرحمہ نے اپنے ایک مضمون بنام "صوبہ سرحد اور رویتِ ہلال" میں لکھا کہ " لوگ اطمینان سے رمضان المبارک کی برکتوں سے بہرہ اندوز ہو رہے تھے کہ یکایک معلوم ہوا کہ سرحد کے بعض علماء کا ایک اجلاس 21 رمضان المبارک 11 جون 1985ء منعقد ہوا جس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ چاند کی رویت ہو یا نہ ہو اٹھارہ جون کو تیس دن کا رمضان قرار دیا جائے اور انیس جون کو عید الفطر منائی جائے۔ یہ فیصلہ سراسر احکام شریعت کے خلاف ہے کیونکہ چاند انتیس کا بھی ہو سکتا ہے اور تیس کا بھی، انہیں کس نے بتایا کہ اس دفعہ چاند تیس کا ہو گا اور عید بروز بدھ 19 جون کو منائی جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ چاند انتیس کا ہوتا اور ایک روز قبل طلوع ہوتا اور ان کے حساب کے مطابق عید منگل کو منائی جائیگی۔ دس دن قبل عید کا تعین کم از کم شریعت اسلامیہ سے ہر گز مطابقت نہیں رکھتا[29] رویتِ ہلال کے طریقہ کار میں درج بالا بنیادی خرابیوں کی موجودگی میں سعودی عرب کے ساتھ رمضان و عیدین کو منسلک کرنا اپنی عبادتوں اور خاص دنوں کے فیوض و برکات کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں اگر سعودی عرب کے ساتھ رمضان و عیدین کے انعقاد کو منسلک کیا جائے تو احقر کی نظر میں درج ذیل خرابیاں پیدا ہوں گی:

1۔ رمضان کی صورت میں اگر رویت کا اعلان پہلے کر دیا گیا تو پہلا روزہ شعبان کی آخری تاریخ میں واقع ہو گا۔ احناف کے نزدیک اسے "یومِ شک" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس دن روزہ رکھنے کی ممانعت احادیثِ مبارکہ میں وارد ہے۔ واضح رہے کہ ہمارے ملک پاکستان میں اکثریت احناف کی ہے۔ اسی طرح یہ صریح حدیث کے بھی خلاف ہو گا کیونکہ حدیثِ مبارک میں رمضان کو پہلے شروع کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

2۔ رمضان المبارک اگر ایک دن پہلے شروع کر دیا جائے تو اس کا اثر اس کے آخری عشرے میں طاق راتوں پر پڑے گا۔ وہ اس طرح کہ جن راتوں کو لوگ طاق رات سمجھ کر عبادت کر رہے ہوں گے۔ حقیقت میں وہ طاق نہیں بلکہ جفت راتیں ہوں گی اور قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں جس شبِ قدر کا تذکرہ ہے وہ طاق راتوں میں پوشیدہ ہے۔ لہٰذا لازمی طور پر اعتکاف کرنے والے اور دوسرے لوگ شبِ قدر کی فضیلت اور برکات کو پانے سے محروم رہ جائیں گے۔

3۔ اسی طرح اگر عید الفطر کا اعلان ایک روز پہلے کر دیا جائے تو اس سے ایک بہت بڑی خرابی یہ پیدا ہوگی کہ لوگ رمضان کے آخری دن میں روزہ رکھنے کے بجائے کھا پی رہے ہوں گے۔ یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے۔

4۔ عید الفطر کے ایک روز پہلے ہونے کی صورت پر غور کیا جائے تو ایک اور خرابی معلوم ہوتی ہے کہ بعض لوگ حدیثِ مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے عید کے دوسرے روز شوال المکرم کا پہلا روزہ رکھتے ہیں۔ اب اگر انہوں نے ایک دن پہلے عید کر لی تو اس صورت میں یہ ہوگا کہ انہوں نے عید کے روز شوال المکرم کا پہلا روزہ رکھ کر اس حدیثِ مبارکہ کی عملی مخالفت کی کہ جس میں عید کو "یومِ ضیافت یعنی مہمان نوازی کا دن" قرار دے کر روزہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ شریعت نے قضا میں خطا کے احتمال کو کبھی رد نہیں کیا، ورنہ قاضی کو بھی نبی کی طرح معصوم ماننا پڑے گا۔ لیکن شریعت نے قضا کو بہر صورت موثر مانا ہے اور جدید فلسفہ قانون بھی یہی ہے۔ ورنہ جب ماہرین کے نزدیک سعودی عرب کا فیصلہ رویتِ حقیقی اور صریح رویت کے کسی بھی معیار پر پورا نہیں اترتا تو اس کے تحت امت کے تمام کیے جانے والے حج باطل قرار پائیں گے۔

پاکستان میں کوئی بھی رویتِ ہلال کمیٹی تشکیل پائے اور کوئی بھی چیئر مین بنے، کسی نہ کسی گوشے سے ہدف طعن بننا اس کا مقدر رہے گا۔ لیکن قرآن وحدیث اور اسلام کا حکم حسنِ ظن کا ہے۔ بغیر ثبوت وشواہد کے سوئے ظن کی اجازت نہیں ہے۔ میں اہلِ علم اور اہلِ فتوی سے یہ بھی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا قاضی کو شہادت کاذبہ اور شہادت مرتابہ کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر قضا کا ادارہ قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر تو ہر صورت میں گواہ علی الطلاق حجت ہو جائے گا اور چاہیے کہ گواہ خود ہی فیصلے کا اعلان کر دے، نہ قضا کی ضرورت، نہ عدالت کی اور نہ ہی گواہ کی جرح وتعدیل کی ضرورت ہے۔ عصر حاضر کے مایہ ناز مفسر، محدث، فقیہ اور محقق علامہ غلام رسول سعیدی مد ظلہم نے اس مسئلے پر مفصل اور مدلل بحث کی ہے کہ حدیث اور فقہائے امت سے یہ ثابت ہے کہ قطعی قرآن عقلیہ کے خلاف شہادت شرعاً معتبر نہیں ہے اور ایسی شہادت کو قاضی رد کر سکتا ہے۔

قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کا غیر معتبر ہونا

سائنسی علوم کے ذریعے چاند کی رویت اور پہلی تاریخ کے تعین میں بھی مدد ملتی ہے اور اس سے ہمیں شہادتوں کے پرکھنے کا بھی موقع ملتا ہے کہ یہ شہادت سچی ہے یا جھوٹی ہے جب سائنس کے ذریعہ سے یہ معلوم ہو جائے کہ آج چاند کی تولید نہیں ہوئی ہے اور اس کی رویت ممکن نہیں ہے اور مطلع بالکل صاف اور پورے ملک میں کہیں چاند نظر نہیں آیا ہو اور ایسے میں چند آدمی یہ گواہی دے دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی جھوٹی ہوگی اور سائنسی تحقیقات کے خلاف ان کی گواہی کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ قرائن اور شواہد کے خلاف جو گواہی دی جائے وہ شرعاً معتبر نہیں ہوتی۔ علامہ ابن قیم جوزیہ (متوفی 571ھ) نے اس مسئلے پر کافی بحث کی ہے اور دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ عقلی شواہد اور دلائل کے خلاف گواہوں کی گواہی کا شرعاً اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ علام ابن قیم جوزیہ کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں:

1۔ ہمیشہ سے ائمہ اور خلفاء اس صورت میں چور کا ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کرتے رہے ہیں جب اس شخص سے مال بر آمد ہو جائے، جس پر چوری کا الزام ہو اور یہ قرینہ گواہوں اور اقرار سے زیادہ قوی ہے۔ کیوں کہ گواہوں میں صدق اور کذب کا احتمال ہے اور جب چور کے پاس سے مال بر آمد ہو جائے تو یہ نص صریح ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔

2۔ بہت سے قرائن اور علامتیں انکار قسم سے زیادہ قوی ہوتی ہیں تو ان کو معطل کرنا کس طرح جائز ہو گا۔

3۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ گواہوں کے علاوہ دوسرے دلائل گواہی سے زیادہ قوی ہوتے ہیں، جیسے وہ حال جو صدق مدعی پر دلالت کرتا ہو، کیونکہ وہ گواہ کی خبر سے زیادہ قوی دلیل ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ امام ابو داؤد اور دیگر ائمہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں میں نے خیبر کی طرف سفر کا ارادہ کیا، جب میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور میں نے عرض کیا کہ میرا خیبر کی طرف جانے کا ارادہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میرے وکیل کے پاس جاؤ تو اس سے 15 وسق کھجوریں لے لینا (ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع چار کلو تین سو گرام کا ہوتا ہے) اور جب وہ تم سے کوئی نشانی طلب کرے تو تم اپنا ہاتھ اس کے گلے پر رکھ دینا (الحدیث) اس میں یہ دلیل ہے کہ نبی ﷺ نے علامات اور قرائن کو گواہی کے قائم مقام قرار دیا ہے، پس شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے قرائن، علامات اور دلائل احوال کو لغو قرار نہیں دیا، بلکہ ان پر احکام شرع کو مرتب کیا۔

رسول اللہ ﷺ کے حرم محترم کا تہمت سے بری ہونا

علامہ ابن قیم جوزیہ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے: "حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی ام ولد کے ساتھ متہم کیا جاتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: جاؤ اس کی گردن اڑا دو، حضرت علی اس کے پاس گئے تو وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے ایک کنویں میں غسل کر رہا تھا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے کہا نکلو اور اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کو نکالا اور دیکھا تو اس کا عضو تناسل کٹا ہوا تھا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنے سے رک گئے اور نبی ﷺ کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا اور کہا: یا رسول اللہ ﷺ اس کا عضو تناسل تو کٹا ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جس ام ولد کا ذکر ہے، وہ حضرت ماریہ قبطیہ تھیں، جن سے رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے تھے۔ علامہ یحیٰی بن شرف نووی متوفی 676ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں: "وہ شخص منافق تھا اور کسی وجہ سے قتل کا مستحق تھا، نبی ﷺ نے اس کے نفاق یا کسی اور سبب سے اس کے قتل کا حکم دیا تھا نہ کہ زنا کے سبب سے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر اس کے قتل سے رک گئے کہ آپ نے اس کے زنا کی وجہ سے اس کا قتل کا حکم دیا تھا اور ان کو یقین ہو گیا تھا کہ اس نے زنا نہیں کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ نووی اور دیگر شارحین کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ آپ نے اس کے نفاق یا کسی اور سبب سے اس کا قتل کا حکم دیا تھا نہ کہ زنا کے سبب سے، کیونکہ اگر یہ وجہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ حضرت علی کو دوبارہ اس کے قتل کرنے کے لئے بھیجتے اور صحیح یہی ہے کہ اس شخص پر تہمت تھی کہ اس نے حضرت ماریہ سے زنا کیا ہے اور آپ کے نزدیک یہ بات گواہی سے ثابت ہو گئی تھی، اس لئے آپ نے حضرت علی کو اس کو قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی متوفی 544ھ، علامہ ابی مالکی متوفی 828ھ اور علامہ سنوسی مالکی متوفی 895ھ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: "لوگوں نے اس شخص پر حضرت ماریہ قبطیہ کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی اور نبی کریم ﷺ نے اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا، اس تہمت کا بھی کوئی سبب ہونا چاہیے اور اس کو قتل رکنے کی بھی کوئی وجہ ہونی چاہیے، تہمت کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص قبطی تھا اور چونکہ حضرت ماریہ بھی قبطیہ تھیں، اس لئے ہم جنس اور ہم زبان ہونے کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے اور ایک دوسرے سے باتیں بھی کرتے تھے، اس وجہ سے لوگوں نے اس پر تہمت لگا دی اور رہی اس کو قتل کرنے کی وجہ تو امام رازی نے یہ کہا ہے کہ اس حدیث میں اس کو ساقط کر دیا گیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے آپ کے نزدیک گواہوں سے یہ ثابت ہو گیا ہو کہ اس شخص نے حضرت ماریہ کے ساتھ زنا کیا ہے، اس لئے آپ ﷺ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ اس کو قتل کر دیں۔ لیکن جب حضرت علی نے یہ دیکھا کہ اس کا عضو کٹا ہوا ہے تو انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا اور پورے واقعہ میں حکمت یہ تھی کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ نبی کریم ﷺ کا حرم اور آپ کی ام ولد اس تہمت سے بری ہیں۔ جیسے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تہمت لگائی تھی، حالانکہ حضرت صفوان نے بعد میں بتایا کہ وہ نامرد ہیں اور اس فعل کے اہل ہی نہیں ہیں۔

قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف شہادت کے غیر معتبر ہونے کے متعلق فقہائے اسلام کی تصریحات

علامہ ابن قدامہ حنبلی (متوفی:620ھ) نے لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا یہ موقف ہے کہ اگر چار گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں عورت نے زنا کیا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ عورت کنواری ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ اس طرح اگر چار گواہ یہ گواہی دیں کہ فلاں شخص نے زنا کیا ہے لیکن بعد میں یہ معلوم ہوا کہ اس کا آلہ کٹا ہوا ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ فقہائے شافعیہ کی تصریحات درج ذیل ہیں: علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی، التوفی:450ھ لکھتے ہیں: المزنی نے کہا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر چار آدمیوں نے کسی عورت کے خلاف زنا کی شہادت دی اور چار نیک عورتوں نے یہ بتایا کہ وہ کنواری ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ لامہ یحییٰ بن شرف نواوی متوفی 676ھ نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ فقہائے احناف نے اپنی متعدد کتب میں یہ لکھا ہے کہ کسی عورت کے خلاف چار مردوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے۔ پھر بعد میں ثابت ہو گیا کہ وہ کنواری ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ اسی طرح اگر کسی مرد کے خلاف چار مردوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے پھر بعد میں یہ ثابت ہو گیا کہ اس کا آلہ تناسل کٹا ہوا ہے تو اس پر حد نہیں لگائی جائے گی۔ فقہائے اسلام کی ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ جب کوئی شہادت قرائن عقلیہ اور شواہد کے خلاف ہو تو اس کا شرعاً اعتبار نہیں ہو گا، اسی طرح اگر ماہرین فلکیات اور محکمہ موسمیات والے بتائیں کہ آج چاند کی پیدائش ہی نہیں ہوئی ہے یا اس کی رویت ممکن ہی نہیں ہے اور چند آدمی یہ گواہی دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو ان کی گواہی مردود ہو گی۔ اسی طرح اس مسئلے پر عقلی دلیل یہ ہے کہ: اگر کسی مقتول کے پاس ایک شخص ہاتھ میں پستول لیے کھڑا ہو اور دو شخص یہ گواہی دیں کہ اس نے اپنے پستول سے فائر کر کے اس کو ہلاک کیا ہے اور بعد میں پوسٹ مارٹم کی رپورٹ یہ ہو کہ اس مقتول کے جسم سے جو گولی بر آمد ہوئی ہے وہ اس پستول کی نہیں ہے۔ بلکہ کلاشنکوف کی گولی ہے اور اسلحہ کا ماہر یہ رپورٹ دے کہ اس پستول سے یہ گولی چلائی ہی نہیں گئی تو ان گواہوں کی گواہی جھوٹی قرار پائے گی اور اس شخص کو رہا کر دیا جائے گا۔[30]

(Birth of moon) چاند کی پیدائش کا مفہوم

رویت ہلال کے مسئلے پر جب سائنسی اور فنی گفتگو ہوتی ہے تو چاند کی پیدائش ہوئی یا نہیں، یہ اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ چاند کبھی معدوم نہیں ہوتا، ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ چاند کا سفر اپنے مدار پر جاری و ساری رہتا ہے۔ چلتے چلتے ایک ایسا وقت آتا ہے جہاں سورج، چاند اور زمین ایک لائن میں نظر آتے ہیں، اسے علم فلکیات کی اصطلاح میں چاند کی پیدائش یا اقتران کہتے ہیں۔ یہ موقع سال کے مختلف قمری مہینوں میں چاند کی 28 یا 29 تاریخ کو دن یا رات میں کسی وقت بھی آسکتا ہے۔ اسی لئے قمری مہینہ کبھی 29 دن کا ہوتا ہے اور کبھی 30 دن کا۔ فی نفسہ ایک اقتران سے دوسرے اقتران تک اوسطاً 29.5 دن لگ جاتے ہیں۔ جب مقام اقتران سے سورج آگے بڑھتا ہے تو نئے مہینے کے اعتبار سے اس کے اوقات کا حساب شروع ہو جاتا ہے۔ اب اگلے دن غروبِ آفتاب کے وقت اس کے قابل رویت ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ماہرینِ فلکیات کے معیارات موجود ہیں۔ جو نیٹ پر ہر شخص مطالعہ کر سکتا ہے۔

نئے چاند کا چھوٹا بڑا ہونا

نئی قمری تاریخ کے تعین کا مدار شرعاً اور سائنسی طور پر ہلال کے چھوٹا بڑا ہونے یا غروبِ آفتاب کے بعد مطلع پر اس کے موجود ہونے کی مقدار وقت سے نہیں ہوتا، جیسا کہ ہمارے ہاں بعض اوقات اہلِ علم بھی کہہ دیتے ہیں کہ چاند کافی بڑا ہے اور کافی دیر تک مطلع پر موجود رہا، لگتا ہے کہ ایک دن پہلے کا ہے، یہ سوچ طرزِ فکر غیر شرعی اور غیر سائنسی ہے۔ حدیث پاک میں

ہے: ترجمہ:۔ "ابو البختری بیان کرتے ہیں کہ ہم عمرے کے لئے گئے، جب ہم وادی نخلہ میں پہنچے تو ہم نے چاند دیکھنا شروع کیا، بعض لوگوں نے کہا: یہ تیسری تاریخ کا چاند لگتا ہے اور بعض نے کہا یہ دوسرے تاریخ کا چاند لگتا ہے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ پھر ہماری ملاقات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو ہم نے (قیاس کی بنیاد پر اختلاف کی) کی یہ صورتِ حال ان سے بیان کی تو انہوں نے فرمایا: تم نے چاند کس رات کو دیکھا تھا؟ ہم نے کہ فلاں رات کو، انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے دیکھنے کے لئے اسے بڑھادیا، در حقیقت یہ اسی رات کا چاند ہے، جس رات کو تم نے اسے دیکھا ہے [31]

یہ حدیث اس مسئلے میں شریعت کی اصل ہے کہ نئے چاند کا مدار رویت پر ہے، اس امر پر نہیں ہے کہ اس کا سائز چھوٹا ہے یا بڑا یا مطلع پر اس کے نظر آنے کا دررانیہ کم ہے یا زیادہ۔ اس لئے کسی عالم یا تعلیم یافتہ شخص کا نیا چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ دو یا تین تاریخ کا چاند لگتا ہے، یہ غیر شرعی اور غیر سائنسی ہے اور غیر عالمانہ ہے۔ اسی طرح سائنسی تحقیق بھی یہی کہتی ہے کہ مثلاً کسی قمری مہینے کے 29 تاریخ گزرنے کے بعد شام کو نئے چاند کا غروبِ آفتاب کے فوراً بعد مطلع پر ظہور تو ہے مگر اس کا درجہ چار یا پانچ ہے، اس کی عمر 18 گھنٹے ہے اور مطلع پر اس کا ظہور پندرہ بیس منٹ ہے۔ تو اس صورت میں چاند مطلع پر تو موجود ہے لیکن اس کی رویت کا قطعاً کوئی امکان نہیں ہے۔ لہذا یہ قمری مہینہ 30 دن کا قرار پائے گا۔ اب اگلی شام کو اس چاند کی عمر 42 گھنٹے ہو جائے گی، مطلع پر اس کا درجہ 12 یا اس سے اوپر ہو جائے گا اور مطلع پر اس کا استقرار بھی نسبتاً زیادہ وقت کے لئے ہو گا، مثلاً پچاس منٹ اور اس کا حجم بھی بڑا ہو گا، لیکن یہ قطعیت کے ساتھ چاند کی پہلی تاریخ ہو گی۔ لہٰذا میری اہلِ علم اور اہلِ وطن سے اپیل ہے کہ توہمات کے حصار سے نکلیں اور حقیقت پسند بنیں۔

کیا کئی قمری مہینے مسلسل 29 دن یا 30 دن کے ہو سکتے ہیں؟

قرآن وسنت میں ایسی کوئی تصریح نہیں ہے کہ زیادہ سے زیادہ کتنے قمری مہینے مسلسل 30 دن کے ہو سکتے ہیں اور کتنے مسلسل 29 دن کے ہو سکتے ہیں۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزہ نے علامہ قطب الدین شیرازی مصنف تحفہ شاہیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: "زیادہ سے زیادہ مسلسل چار قمری مہینے 30 دن کے ہو سکتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مسلسل تین قمری مہینے ممکنہ طور پر 29 دن کے ہو سکتے ہیں۔ [32]

نئے چاند کی جسامت (سائز) بڑی محسوس ہونے پر غلط رویت ہونے کا قیاس

بعض لوگ قمری مہینے کی 30 تاریخ کی شام کو دکھائی دینے والے نئے چاند کی جسامت کو نسبتاً بڑا دیکھ کر یہ قیاس آرائی کرنے لگتے ہیں کہ یہ لازمی طور پر دوسری رات کا چاند ہے۔ یہ سوچ چاند کے فلکیاتی نظام سے لاعلمی پر مبنی ہے۔ نئے چاند کی جسامت کا کوئی خاص پیمانہ نہیں ہوتا، اس کا اندازہ اس کی عمر سے کیا جاسکتا ہے۔ قبل ازیں بیان کیا جاچکا ہے کہ ماہرین فلکیات کے مشاہدوں کے مطابق 20 گھنٹے تک کی عمر کا چاند عموماً دکھائی نہیں دیتا اور 20 سے 30 گھنٹے کے درمیان عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے۔ اس طرح چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے کی عمر 50 سے زائد گھنٹوں تک ہو سکتی ہے لہذا مختلف عمروں کے چاند مختلف جسامت کے حامل ہوتے ہیں اس کی وضاحت درج ذیل مثالوں سے ہو گی۔

مثال 1۔ ایک قمری مہینے کی 29 تاریخ کی شام کو ایک مقام پر چاند کی عمر 21 گھنٹے ہے اور اس کے دیکھے جانے میں کوئی فلکیاتی کیفیت مزاحم نہیں، لہذا رویت ہلال ہو گئی۔ اگر اس کی عمر 18 گھنٹے ہوتی تو وہ نظر نہیں آتا بلکہ اگلی شام مزید 24 گھنٹے گزر جانے کے باعث (18+24—42) گھنٹے کی عمر ہو جانے پر پہلی مرتبہ دکھائی دیتا۔ اندازہ کیجیے کہ نیا چاند اول صورت میں 21 گھنٹے کی عمر میں نظر آگیا جب کہ صورت دوم میں 42 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا۔ دونوں چاند پہلی رات کے ہیں لیکن موخر الذکر صورت میں اس کی عمر دوگنا ہونے کے باعث اسی قدر جسامت کا حامل ہو گا اور اسی حساب سے افق سے کافی بلند ہو گا جسے لوگ غلطی سے دوسری رات کا چاند خیال کریں گے۔

مثال2۔ یہ کم از کم کیفیت ہے، نیا چاند اس سے بھی بڑی جسامت کا ہو سکتا ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ 20 سے 30 گھنٹوں کے درمیان عمر کا چاند دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر بھی ہوتا ہے۔ فرض کیجیے کہ 24 گھنٹے کی عمر کا چاند دیگر فلکیاتی کیفیات کے موزوں نہ ہونے کے باعث دکھائی نہ دے سکا۔ (جیسا کہ پچھلے عنوان کہ تحت نقشہ اول میں ہم اس کے عملاً واقع ہونے کی صورت میں دیکھ چکے ہیں) جب وہ اگلی شام کو نظر آئے گا تو اسکی عمر (18+24—42) گھنٹے ہو چکی ہو گی۔ لہذا وہ مثال اول میں 42 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دینے والے چاند سے بڑا ہو گا۔

مثال3۔ یہی نہیں بلکہ ایک صورت میں پہلی رات کا چاند دوسری رات کے چاند سے بھی بڑا ہو سکتا ہے۔ مثال اول میں 21 گھنٹے کی عمر کا چاند نظر آ گیا لہذٰا اگلی شام کو جب یہ دوسری تاریخ میں داخل ہو گیا تو اس کی عمر (21+24-45) گھنٹے ہو گی۔ مثال دوم میں پہلی رات کا چاند 48 گھنٹے کی عمر میں دکھائی دیا، ظاہر ہوا کہ پہلی رات کا 48 گھنٹے کی عمر کا چاند دوسرے رات کے 45 گھنٹے کی عمر کے چاند سے بھی بڑا ہے۔

درج بالا مثالوں سے واضح ہوا کہ تیس کے چاند کی جسامت کو بڑا دیکھ کر یہ قیاس کرنا کہ یہ ضروری طور پر دوسری رات کا چاند ہے، درست نہیں۔

چودھویں رات کے چاند سے رویت ہلال کی درستگی کا اندازہ لگانا

عوام الناس میں یہ تصور عام ہے کہ رویت ہلال کے مطابق چودھویں رات کو چاند پوری شب مکمل دائرے کی صورت میں روشن ہوتا ہے۔ اس تصور کے تحت بعض لوگ چاند کی گولائی کی ظاہری تکمیل سے اس ماہ کی رویتِ ہلال کی درستگی کا اندازہ لگاتے ہیں۔ یہ معیار قطعاً درست نہیں، چاند کی روشن جسامت ہر لمحے بڑھتی یا گھٹتی رہتی ہے۔ قمری مہینے کے نصف اول میں بڑھتے رہنے کے عمل کے بعد ایک لمحہ ایسا آتا ہے کہ زمین کے مقابل چاند کی پوری جسامت روشن ہو جاتی ہے۔ فلکیات کی اصطلاح میں اسے فل مون یا ماہِ کامل کہتے ہیں۔ اور یہ وقت کرہ ارض پر صبح، دوپہر، شام اور رات کے چوبیس گھنٹوں پر پھیلے ہوئے اوقات میں کوئی لمحہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے فوراً بعد اس کے روشن سطح کے گھٹنے کا عمل جاری ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ چاند ساری رات یکساں جسامت کے ساتھ روشن نہیں رہتا۔ محض آنکھوں سے چاند دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ یہ پورا چاند ہے، بالکل ممکن نہیں اور نہ ہی بظاہر پورا دکھائی دینے والے چاند پر گھنٹوں نظر جما کر یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ یہ تکمیل کے مرحلے میں ہے یا اس کے بعد مسلسل گھٹنے کے عمل میں ہے۔ یہ کام رصد گاہی آلات ہی سرانجام دے سکتے ہیں۔ جس طرح ماہرین فلکیات اپنے اپنے خصوصی فارمولوں سے چاند کی پیدائش کے ماہانہ اوقات کا تعین کرتے ہیں، اسی طرح وہ ہر مہینے کی ماہِ کامل کے اوقات بھی معلوم کرتے ہیں۔ پس چودھویں رات کے عمومی تصور سے اس ماہ کی رویت ہلال معلوم کرنے کا معیار مقرر کرنا درست نہیں۔

دن کے وقت نظر آنے والے چاند کے بارے میں وضاحت

چاند کی رویت سے متعلق یہ ضابطہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ دن کے وقت نظر آنے والا چاند، خواہ وہ زوال سے پہلے نظر آئے یا بعد میں، آئندہ آنے والی رات کا قرار پائے گا اور اب جو رات آئے گی مہینے کا آغاز اسی سے ہو گا، امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کا قول یہی ہے اور یہی قول مختار ہے۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں۔ ترجمہ: اور جو چاند دن کے وقت نظر آئے، صحیح مذہب کے مطابق وہ ہر صورت میں اگلی رات کا چاند شمار کیا جائے گا۔[33] علامہ شامی اس کی تشریح کرتے میں لکھتے ہیں کہ "ترجمہ: یعنی (دن میں چاند) زوال سے قبل نظر آئے یا زوال کے بعد (اس کا حکم ایک ہی ہے)" مذہب پر" ہونے کا معنی یہ ہے کہ یہ قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد (رحمہا اللہ کا ہے۔ "بدائع الصنائع میں فرمایا: پس طرفین (امام اعظم او امام محمد) کے نزدیک وہ دن رمضان کا نہیں ہو گا، امام ابو یوسف فرماتے ہیں: اگر زوال کے بعد نظر آیا تو بے شک آئندہ شب کا ہے اور اگر زوال سے قبل نظر آیا تو پچھلی شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہو گا اور ائمہ احناف کے اسی خنتلاف پر (امام یوسف کے نزدیک) یہ شوال کا چاند

ہے یعنی طرفین (امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ) کے نزدیک (دن میں چاند زوال سے پہلے نظر آئے یا زوال کے بعد) ہر صورت میں آئندہ شب کا ہے اور وہ دن رمضان کا ہی ہوگا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر زوال سے پیشتر نظر آیا تو چاند شبِ گذشتہ کا ہے اور یہ دن عید کا ہے، اس لئے کہ ہلال عادتاً زوال سے قبل نظر نہیں آتا سوائے اس کے کہ وہ رات کا چاند ہو پس ہلال رمضان میں وہ دن رمضان کا ہونا ضروری ہوا اور شوال کے چاند میں عید کا دن اور طرفین کے نزدیک اصل یہ ہے کہ دن کی رویت کا اعتبار نہیں، اعتبار غروب کے بعد کا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (رمضان کا) چاند دیکھ کر روزے رکھو اور چاند دیکھ کر ہی روزہ چھوڑو، پس صوم و افطار کا حکم رویت کے بعد ہے، اس صورت میں امام ابو یوسف کا قول نص کے مخالف ہے۔ فتح القدیر میں ہے: حدیث شریف میں روزہ رکھنے یا عید منانے کے لئے یہ لازم قرار دیا ہے کہ چاند پہلے نظر آئے، صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے (ائمہ کرام) کے نزیک رویت سے ظاہر مفہوم یہی ہے کہ ہر قمری مہینے کی آخری شام کو (غروب آفتاب کے بعد) چاند نظر آئے، یعنی ہر مہینے کی تیس تاریخ کو زوال سے قبل کی رویت معتبر نہیں ہے اور مختار قول امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کا ہے"۔[34] امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال کیا گیا: "اخیر تاریخ رمضان شریف کا روزہ چاند دیکھ کر افطار کر لینا جائز ہے یا نہیں یعنی تیسویں کا چاند اکثر تیسرے پہر سے نظر آتا ہے تو آیا اسی وقت روزہ کھول لیں یا غروب آفتاب کے بعد؟ آپ نے جواب میں لکھا: کسی تاریخ کا روزہ دن سے افطار کر لینا ہر گز جائز نہیں بلکہ حرام قطعی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرض کیا کہ روزہ رات تک پورا کرو یعنی جب آفتاب ڈوبے اور دن ختم اور رات شروع ہو، اس وقت کھولو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "ثم أتموا الصیام الی اللیل، ترجمہ: "پھر روزہ کو شام تک پورا کرو" در مختار میں ہے: ترجمہ: "امام کے صحیح معتمد مذہب کے مطابق ہر حال میں دن کو چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں، مگر امام ثانی (امام یوسف) کے قول پر ہے کہ اگر زوال سے پہلے دیکھا تو یہ گزشتہ رات کا ہوگا، تو اب افطار کا یہ معنی نہیں کہ یہ دن کے روزے کا افطار ہے بلکہ اس سے امام ثانی کے نزدیک ثبوت عید ہو رہا ہے، کیونکہ گزشتہ رات کا چاند ہے تو عید کی وجہ سے افطار ہے اور حضور ﷺ کے فرمان مبارک "چاند دیکھنے پر روزہ رکھو اور چاند دیکھنے پر عید کرو" کا معنی یہ نہیں کہ جب دیکھو تو افطار کرو ورنہ یہ لازم آئے گا کہ مغرب کے بعد محض چاند دیکھنے سے اسی وقت روزہ لازم ہو جائے اور یہ نہایت ہی واضح ہے"۔[35]

کیا جنتری کے نیو مون کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟

ایک رجحان یہ بھی پایا جاتا ہے کہ علم الافلاک کے حساب کے پیشِ نظر رویت کے بجائے چاند کے نئے چکر کے آغاز کا اعتبار کیا جائے جسے اصطلاحاً نیو مون کہتے ہیں، یہ بھی قلت فکر کا نتیجہ ہے کیونکہ اس صورت میں مزید مسائل پیدا ہوں گے، فلکیاتی نیو مون کے اوقات مختلف ہوتے ہیں کسی مہینہ میں تو وہ صبح وجود میں آتا ہے اور کسی مہینہ میں آدھی شب کو کبھی دوپہر میں تو کبھی فجر سے پہلے۔ فرض کیجیے کہ نیو مون کا وقوع آسمان پر شب کے دو بجے ہوا تو تاریخ کا آغاز کس وقت سے ہوگا؟ دو بجے سے پہلے 29 تاریخ قرار دینا ہوگی اور دو بجے کے بعد آئندہ ماہ کی یکم، گویا عید کی نماز بھی دس بجے کے بعد ادا کرنا ہوگی، کیونکہ دس بجے سے پہلے تو یکم شوال ہوئی ہی نہیں تھی، اس کے برخلاف اسلام میں نئی تاریخ کا آغاز غروب آفتاب کے بعد ہوتا ہے۔ ہلال بالعموم مغرب کے بعد یا مغرب سے کچھ پہلے دکھائی دیتا ہے، اس لئے تاریخ کے آغاز میں کوئی اشکال پیش نہیں کرتا مگر جنتری کے نیو مون کو معیار قرار دینے کی صورت میں یہ نظام بالکل بدل جائے گا۔ اس لئے اس کے جواز کا کوئی سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ پھر نیو مون کو معیار قرار دے کر دنیا بھر میں عید ایک ہی دن منانے کی تجویز بھی قابلِ عمل نہیں ہے، کیونکہ دنیا کے ایک حصہ میں اگر دن ہوگا تو دوسرے حصہ میں رات اور اصولی بات یہ کہ شریعت نے عبادات کے اوقات کا تعین کا ذریعہ آسمان پر ظاہر ہونے والے آثار کو بنایا ہے جس کا انسان بہ آسانی مشاہدہ کر لیتا ہے، رویتِ ہلال بھی ان ہی آثار میں سے ہے، جبکہ نیو مون نہ آثار میں سے ہے اور نہ مشاہدہ میں آنے والی چیز کہا جاسکتا ہے کہ پھر نماز کے اوقات کی تعین کے لئے جنتری کیوں استعمال کی

جاتی ہے تو یہ اسلئے کہ آثار میں اور ان حسابات میں کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ جب تک ہلال دکھائی نہ دے آسمان پر ظاہر ہونے والے وہ کون سے آثار ہیں جو شرعاً معیار قرار پائیں گے اور جس سے جنتری کے اوقات کی مطابقت تلاش کی جائے گی؟

خلاصہ بحث

مذکورہ بالا تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ رمضان وعیدین کے انعقاد کیلئے رویت بصری ضروری ہے، لیکن اس رویت بصری کو یقینی بنانے کیلئے سائنسی تجربات, علوم اور مشاہدات کی مدد لینا عین تعلیم شریعت ہے۔ ہلال کے ثبوت کیلئے حاصل ہونے والی شہادتوں کو شرعی بنیادوں کے ساتھ ساتھ سائنسی بنیادوں پر بھی پرکھا جائے گا اور اگر سائنس ایسی شہادتوں کی بالکلیہ نفی کرتی ہے تو ان کی بنیاد پر رویت کا حکم صادر نہیں کیا جا سکتا نیز رویت ہلال کیلئے حکومت کی طرف سے مقرر کردہ "مرکزی رویت ہلال کمیٹی" کو ہی یہ حق حاصل ہے کہ وہ رویت یا عدم رویت کا اعلان کرے اور اسی کا اعلان ہی شرعی اور قانونی طور پر واجب العمل ہے، دیگر خود ساختی کمیٹیز کے اعلان کی کوئی قانونی و شرعی حیثیت نہیں بلکہ ایسے اعلان بذات خود گناہ کے زمرے میں آتے ہیں۔ علاوہ ازیں کسی دور و نزدیک کے ملک کی رویت کو بھی پاکستان میں رویت ہلال کا معیار قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ اس سے بہت سی خرابیاں جنم لیں گی، جن کا تذکرہ مذکورہ بالا بحث میں ہو چکا ہے، نیز شریعت اور عقل سلیم بھی اس کی تائید کرتی نظر نہیں آتی۔

References

[1]Al Rehman 55:5

[2] Yaseen, 36:38,39,40-

[3]Al Baqarah, :2189-.

[4] Abu Abdullah Muhammad Bin Ismaeel Bukhari,Sahih Bukhari, (Karachi: Noor Muhammad Assah Ul Mataabey,1381 hijri),Hadith#1906.

[5] Younus, 5:10.

[6] Younus, 5:10.

[7] Imam Bukhari,Sahih Bukhari,Hadith#1900

[8]Allama Taqqi ud din Subki,Al ilm ul Mash'hoor fi Shahoor, (Kurdistan: Almahmiyah Al ilmiyah,1329 hijri),06.

[9]Dr Muhammad Yousuf Qrzaavi,Al Aamal ul Kamilah (Al Saudiyah: Al Maktabah Al islamiyah),512

[10]Muhammad Bin Abdul Wahab,Al Azb uz Zulaal Fi Mabahis E Royat E Hilaal (Al Saudiyah: Shirkat Un Nashr wa Tauzee lil Madaaris,1422 Hijri),380.

[11]Al Lubnani,Saleem Rustum Baaz Al Labnani,Sharah Ul Mujallah (Beirut: Daar ul Kutub Al Ilmiyah),1002.

[12] . Al Lubnani,Sharah Ul Mujallah,1002.

[13]Allama Kamal ud Din Ibn E Hummam,Fath Ul Qadeer,(Sakkar: Maktabah Nooriyah Rizviyah), 06:02.

[14] Al Lubnani, Sharah Ul Mujallah,1002.

[15] Mulla Nizam Ud din Alamgeeri,Fatawa Hindiyah ((Misar:Maktbaa Kubraa Ameeriyah Boldaq,1310 Hijri),03:306.

[16] Alamgeeri, Fatawa Hindiyah,03:315.

[17] Al Lubnani,Sharah Ul Mujallah,1002.

[18]Al Lubnani,Sharah Ul Mujallah,1002.

[19] Mufti Muhammad Shafee, Jawahir Ul Fiqh,(Karachi: Maktabah Daar Ul Uloom,1341 Hijri),02:312.

[20],Imam Muslim bin Hujjaj Qushairi,Sahih Muslim(Karachi: Noor Muhammad Assah Ul Mataabey,1381 Hijri),Hadith#1713.
[21]Imam Abu Daud Sulaiman Bin Ash'ass- Sunan Abu Daud- (Lahore: Matbaa Mujtabaee Pakistan 1405 Hijri), Hadith#3573.
[22] Imam Ahmad Bin Hanmbal,Musnad Ahmad Bin Hanmbal(Beirut:Maktabah E Islami,1398 Hijri),Hadith#17285.
[23]Mufti KhaliL Ijaz,Royat E Hilal,Masla Aur Hal,(Multan:Nashr Us Sunnah Istambul),111.
[24]Khalil Ijaz,Royat E Hilal,Masla Aur Hal,135.
[25]Khalil Ijaz,Royat E Hilal,Masla Aur Hal,210.
[26]Khalil Ijaz,Royat E Hilal,Masla Aur Hal,224,225.
[27]Al Baqrah,02:189.
[28]Roznama Jang London,11October 2005.
[29]Accessed October 25,2021,http:/www.urduweb.org/mehfil/hres.PHP, Internet Addition .
[30]Ghulam Rasool Saeedi,Tibyan Ul Quran, (Lahore: Fareed Book stall Urdu Bazar,1430 Hijri),10: 524&528.
[31]Imam Muslim,Sahih Muslim,Hadith#1088.
[32]Ahmad Raza Khan Brailvi,Fatawa Rizviyyah,(Lahore: Raza Foundation Jamia Nizamia Rizviyah,ء2001),26:423.
[33]Brailvi,Fatawa Rizviyyah,26:423.
[34]Allama Ibn E Aabdeen Shami,Radd Ul Mohtar Alla Durr E Mukhtar(Maktbah Usmaniyah,1327 Hijri),03:322.
[35]Brailvi,Fatawa Rizviyyah,10:388,389.